ماہنامہ

فلاحِ دارین

کراچی

دین و دنیا میں فلاح و کامرانی کا شوق پیدا کرنے والا رسالہ

گناہ کرنے کا نقصان	مدیر کے قلم سے
کربلا کا سفر	مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ
کتنا اچھا پھل ہے آم	خانزادہ سمیع الوری
مسواک کی اہمیت وفضیلت	مفتی عبدالستار صاحب مدظلہ
عاشورہ کی فضیلت کا بیان	محمد یونس
گھوڑے کا سودا	فریال یاور

جلد: ۱۵
محرم الحرام ۱۴۴۶ھ/ جولائی 2024ء
شمارہ: ۰۷

مدرسہ مفتاح العلوم

ٱلَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَٰلَهُم بِٱلَّيْلِ وَٱلنَّهَارِ سِرًّا وَعَلَانِيَةً فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٢٧٤﴾

جو لوگ اپنے مال دن رات خاموشی سے بھی اور علانیہ بھی خرچ کرتے ہیں وہ اپنے پروردگار کے پاس اپنا ثواب پائیں گے، اور نہ انہیں کوئی خوف لاحق ہوگا، نہ کوئی غم پہنچے گا۔

ماہانہ خرچ مدرسہ

600000

چھ لاکھ روپے

ماہانہ خرچ مسجد

175000

ایک لاکھ پچھتر ہزار روپے

خدمت قرآن کریم اور اللہ کے گھر کی ضروریات پورا کرنے کیلئے

اپنا حصہ ملائیے ماہانہ اخراجات میں تعاون فرمائیے

جامع مسجد اسلامیہ بطحہ ٹاؤن بلاک این نارتھ ناظم آباد کراچی

0333-2173256 0301-2598322 0334-3595001

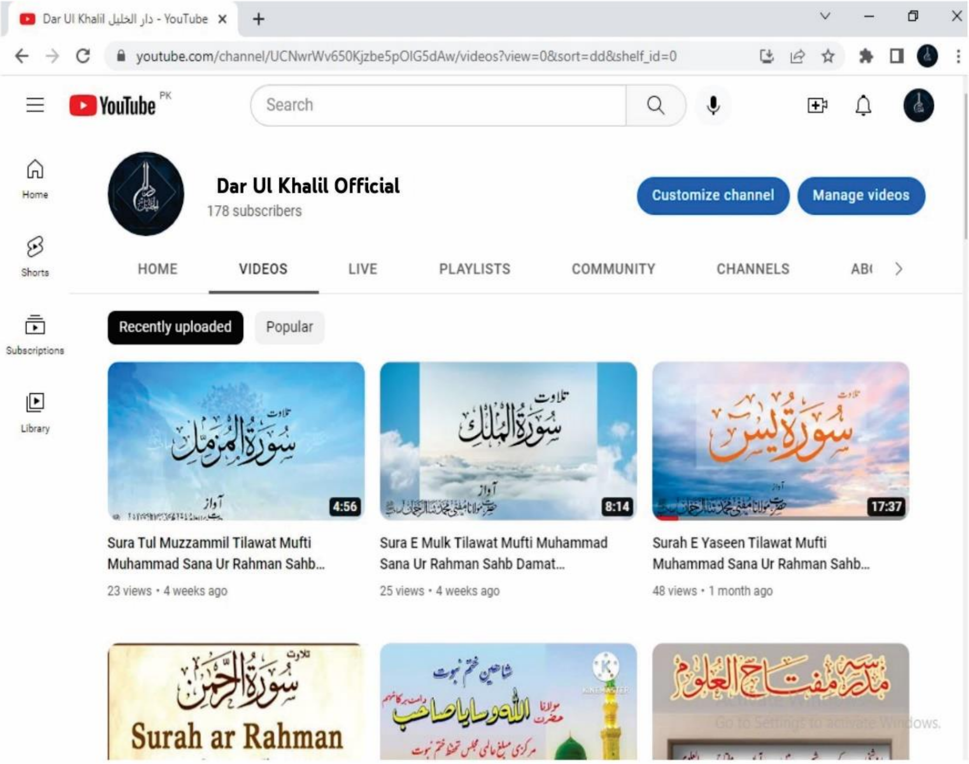

SUBSCRIBE

دارالخلیل آفیشل کو سبسکرائب کر کے
اشاعت دین میں حصہ ملائیں

دارالخلیل آفیشل

حضرت مولانا مفتی محمد ثناء الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم
اور دیگر حضرات علمائے کرام کے بیانات، تلاوت اور حمد
ونعت پر مشتمل اسلامی فلاحی یوٹیوب چینل
خود بھی ملاحظہ فرمائیں اور احباب کو بھی متوجہ فرمائیں۔

Official
Dar Ul Khalil
دارُ الخلیل آفیشل

ماہنامہ

فلاحِ دارین

کراچی

جلد: ۱۵ | شمارہ: ۰۷

محرم الحرام ۱۴۴۶ھ/ جولائی 2024ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا سورۃ الشمس آیت: ۹

ترجمہ: بلاشبہ وہ شخص فلاح پا گیا (کامیاب ہوا) جس نے اس نفس کو سنوارا۔

مدیر اعلیٰ

مُفتی مُحمّد ثناء الرحمان

امام وخطیب جامع مسجد اسلامیہ

مدیر معاون

اویس احمد شیخ

مجلس ادارت

مُفتی یُوسُف علی صَفدر

مولانا فرحان صدیقی

مولانا نافع مدنی

بیاد

شہید اسلام حضرت مولانا

مُحمّد یُوسُف صاحب لدھیانوی نور اللہ مرقدہ

و

ناصح الامت حضرت مولانا

حافظ ابرار الحق صاحب کلیانوی نور اللہ مرقدہ

خلیفہ مجاز

عارف باللہ حضرت ڈاکٹر

مُحمّد عبد الحی صاحب عارفی نور اللہ مرقدہ

زیرِ سرپرستی

شیخ الحدیث حضرت اقدس مولانا

مُفتی سعید احمد صاحب مدظلہ العالی

خلیفہ مجاز

حضرت مولانا

مُحمّد یحییٰ صاحب مدنی نور اللہ مرقدہ

کمپوزنگ: مولانا عبد المعز صاحب

مقامِ اشاعت

جامع مسجد اسلامیہ ومدرسہ مفتاح العلوم

بطحہ ٹاؤن، نارتھ ناظم آباد، بلاک N، بالمقابل کیفے پیالہ ہوٹل، کراچی

برائے رابطہ:

0333-2173256

0334-3595001

پبلشر محمد ثناء الرحمٰن نے دھوم پرنٹنگ پریس آئی آئی چندریگر روڈ سے چھپوا کر جامع مسجد اسلامیہ، بطحہ ٹاؤن، نارتھ ناظم آباد، بلاک N سے شائع کیا۔

فہرست

حمد باری تعالیٰ
﴿چھا گیا رنگِ سخن پر جب تری مدحت کا پھول﴾
شاہین اقبال اثر جونپوری
۳

شانِ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
﴿امام انبیاء و مرسلین از فضلِ یزدانی﴾
مفتی محمد شفیع عثمانی رحمۃ اللہ علیہ
۴

آوازِ فلاح
﴿گناہ کرنے کا نقصان﴾
مدیر کے قلم سے
۵

خلاصہ مضامین قرآن کریم
﴿سورۃ الحجرات﴾
مفتی محمد ثناء الرحمٰن مدظلہٗ
۷

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
﴿مسواک کی اہمیت و فضیلت﴾
مولانا مفتی عبدالستار صاحب
۱۱

عاشورہ کی فضیلت کا بیان
محمد یونس
۱۴

نفلی صدقہ اور صدقۂ جاریہ
مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہٗ
۱۶

کربلا کا سفر
مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہٗ
۱۸

توکل اور رضا بالقضاء
مولانا فرحان صاحب
۲۰

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ
مولانا عبدالقادر صاحب
۲۲

تحیۃ الوضوء
مفتی مبین الرحمٰن
۲۴

ایثار و ہمدردی کا ایک انوکھا واقعہ
ابن الحسن عباسی
۲۹

آپ بھی پوچھئے .... دارالافتاء مدرسہ مفتاح العلوم ۳۱

گوشۂ اطفال

الواسع جل جلالہ
﴿وسعت و کشادگی والا﴾
عائشہ مجیب
۳۳

تعلیم الاسلام
کفیل احمد عبدالرحمٰن
۳۵

سچی خوشیاں
محمد عطاء اللہ کاشف
۳۷

گھوڑے کا سودا
فریال یاور
۴۱

کتنا اچھا پھل ہے آم
خانزادہ سمیع الوری
۴۴

اللہ کے نام پر کچھ دو
فوزیہ ارم
۴۵

مسکرائیے..................۴۸

چھا گیا رنگِ سخن پر جب تری مدحت کا پھول

شاہین اقبال اثر جونپوری

چھا گیا رنگِ سخن پر جب تری مدحت کا پھول
بس اسی دن سے مہک اٹھا مری قسمت کا پھول

خار ذلت سے جو گزرے رب العزت کے لئے
رب العزت کیوں نہ بخشے پھر اسے عزت کا پھول

گر گیا ہے اب نگاہوں سے مری ہر ماسوا
باغ دل میں مسکراتا ہے تری عظمت کا پھول

خار عصیاں سے ہوا ہے دامنِ دل تار تار
چارہ گر اس زخم کا مرہم تری نسبت کا پھول

اے مسلماں خالق گلشن کے در پر سر جھکا
شاخِ نخل دہر پہ کھل جائے گا رفعت کا پھول

عقل حیراں رہ گئی ہے دیکھ کر ان کا کرم
اک طرف عصیاں کے کانٹے ایک طرف رحمت کا پھول

خالقِ گلشن کی خوشبو بس گئی ایسی آثرؔ
اب کسی صورت نہیں بھاتا کسی صورت کا پھول

امام انبیاء و مرسلین از فضلِ یزدانی

مفتی محمد شفیع عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

وہ حضرت سرور کونین فخر نوع انسانی
رسول انس و جن آئینہ اخلاق ربانی

فرشتوں پر شرف جس کے سبب ہے ابن آدم کو
ہوا جس کے سبب رشکِ جناں یہ عالم فانی

وہ جس نے نوع انساں کو فرشتوں پر شرف بخشا
ہوا جس سے منور عالم ناسوت ظلمانی

وہ جس نے امیوں کو علم و حکمت کی امامت دی
سکھائے جس نے چرواہوں کو آداب جہاں بانی

نظر وہ کیمیا، کایا پلٹ دی جس نے قوموں کی
ہوئے شیر و شکر جو کل تلک تھے آگ اور پانی

قبائل اوس و خزرج کے جو صدیوں سے محارب تھے
ہوئے سب بھائی بھائی، تھے جو کل تک دشمنِ جانی

لقب اُمّی علوم اولیں و آخریں در دل
امام انبیاء و مرسلین از فضلِ یزدانی

آوازِ فلاح

مدیر کے قلم سے

گناہ کرنے کا نقصان

گناہ کا ایک ضرر یہ ہے کہ گناہ کرنے والے کے دل سے اللہ جل شانہ کی عظمت اٹھ جاتی ہے اور اس کا وقار و مقام کمزور ہو جاتا ہے اور یہ امر لابدی ہے، خواہ گناہ کرنے والا اس امر کو چاہے یا نہ چاہے، کیوں کہ اگر اللہ تعالیٰ کی عظمت وحشمت اس کے دل میں ہوتی تو اس کو کبھی بھی اس کی نافرمانی کی جرأت نہ ہوتی، اکثر ایسا شخص دھوکہ کھا کر یوں کہا کرتا ہے کہ مجھے مغفرت کی امید اور عفو درگزر کی امید گناہوں پر آمادہ کرتی ہے، نہ یہ کہ میرے دل میں عظمت الٰہی کم ہے یہ نفس کا ایک مغالطہ ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت، جلال اور تعظیم حرمتِ گناہ اور گناہ گار کے درمیان حائل ہو جایا کرتی ہے اور جو لوگ معصیت پر اقدام کر لیتے ہیں، وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کی پوری پوری قدر نہیں کرتے، بھلا وہ شخص کیوں کر اللہ تعالیٰ کی پوری قدر کر سکتا ہے یا اس کی عظمت و کبریائی کا یقین رکھتا ہے یا اس کے وقار کی امید رکھتا ہے جس کے نزدیک اس کے اوامر و نواہی کی کچھ وقعت نہیں؟ حقیقت یہ ہے کہ یہ سراسر محال اور خام خیالی ہے اور اس عذاب سے بڑھ کر اور کیا عذاب ہو سکتا ہے کہ بندہ کے دل سے اللہ تبارک وتعالیٰ کی عظمت اٹھ جائے اور اس کی حرمت اور اس کے حقوق کو وہ ایک معمولی بات خیال کرنے لگے۔

گناہ کا ایک وبال یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی عزت لوگوں کے دلوں میں سے بالکل اٹھا دیتا ہے اور وہ اس طرح ذلیل حقیر سمجھنے لگتے ہیں جس طرح اس نے اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی کو ذلیل و حقیر سمجھا تھا، بخلاف اس کے کہ انسان جس قدر اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا، اس سے ڈرتا اور اس کی تعظیم بجالاتا ہے اسی قدر لوگ بھی اس سے محبت کرتے، اس سے ڈرتے اور اس کی تعظیم کرتے ہیں۔ بھلا ایسا شخص کیوں کر یہ امید باندھ سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حقوق کی بے حرمتی کرنے

فہرست پہ جایئے

پر لوگ اس کی بے حرمتی نہ کریں گے؟ یا گناہ کو حقیر سمجھنے پر لوگ اس کو حقیر خیال نہیں کریں گے؟ کیوں کہ خود اللہ تعالیٰ نے جا بجا قرآن پاک میں گناہ کے عذاب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ وہ ان کے برے اعمال کے بدلہ ان کو کفر کی طرف لوٹا دیتا ہے، ان کے دلوں پر مہر لگا دیتا ہے اور جس طرح وہ اسے بھول جاتے ہیں وہ بھی انہیں بھلا دیتا ہے اور جس طرح وہ اس کی اہانت کرتے ہیں وہ بھی اس کی اہانت کرتا ہے، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

وَ مَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ. (سورۃ الحج: 18)

ترجمہ: یعنی اللہ تعالیٰ جس کی اہانت کردے تو کوئی اس کا اکرام کرنے والا نہیں۔''

اس آیت سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سرِ نیاز لانا ان کو ناگوار ہے، شاق گزرتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں خود ذلیل کردیا کہ کوئی بھی ان کی عزت نہیں کرتا، بھلا جس شخص کو خدا ذلیل کردے اس کو کون عزت دے سکتا ہے؟ اور جس کو وہ عزت بخشے اس کو کون ذلت پہنچا سکتا ہے؟

گناہ کے دیگر بہت سے نقصانات میں سے ایک نقصان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ گناہ گار کو بھلا دیتا ہے، یعنی اپنی رحمت سے محروم کردیتا ہے اور اس کو اس کے نفسِ امارہ اور شیطان کے درمیان ڈال دیتا ہے اور چھوڑ دیتا ہے۔ جب یہ نوبت پہنچتی ہے تو وہ شخص ہلاک ہوجاتا ہے، جس کی نجات کی امید بالکل نہیں رہتی، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ، وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰهُمْ اَنْفُسَهُمْ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ. (سورۃ الحشر: 18–19)

ترجمہ: ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور ہر شخص کو چاہئے کہ وہ اس امر میں غور کرے کہ وہ اپنے کل کے لئے کیا عمل کر رہا ہے؟ اور تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو، کیوں کہ وہ تمہارے اعمال سے باخبر ہے اور ان لوگوں کی طرح مت ہوجاؤ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو بھلا دیا، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے نفسوں کو بھلا دیا، یہی لوگ فاسق ہیں۔

خلاصہ مضامینِ قرآنِ کریم

مُفتی محمد ثناءُ الرحمٰن

سورۃ الحجرات

سورۂ حجرات مدنی ہے، اس میں ۱۸/آیات اور دو رکوع ہیں۔ حجرات حجرہ کی جمع ہے گھر اور کمرے کو کہتے ہیں۔ چونکہ اس سورت کی آیت ۴/ میں ان بدوؤں کا ذکر ہے جو ادب سے ناآشنا ہونے کی وجہ سے حضور اکرم ﷺ کو عمومی انداز میں کمرے کے باہر سے آوازیں دیا کرتے تھے۔ اس لئے اسے سورۂ حجرات کہا جاتا ہے چونکہ اس سورت میں مکارم اخلاق بھی بیان ہوئے ہیں اس لئے اسے ''سورۃ الاخلاق والآداب'' بھی کہا جاتا ہے۔ اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کو پانچ مرتبہ ''یآ ایّھا الّذین اٰمنوآ'' کے محبت بھرے انداز سے خطاب کیا ہے۔

اسلام میں سب سے اوّل اور اہم مسئلہ اللہ و رسول کی تعظیم و عظمت کا ہے کیونکہ جب اللہ اور رسول کی عظمت و عزت دل میں ہوگی تو ان کے احکام کی تعمیل بھی ہوگی۔ اس آیت میں سب سے پہلا حکم ایمان والوں کو یہ دیا گیا ہے کہ جس معاملہ میں اللہ و رسول کی طرف سے حکم ملنے کی توقع ہو اُس کا فیصلہ پہلے ہی آگے بڑھ کر اپنی رائے سے نہ کر بیٹھو بلکہ حکم الٰہی کا انتظار کرو اور جس وقت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کچھ ارشاد فرمائیں خاموشی سے کان لگا کر سنو۔ آپ کے بولنے سے پہلے خود بولنے کی جرأت نہ کرو جو حکم اُدھر سے ملے اس پر بلا چوں و چرا اور بلا پس و پیش عامل بن جاؤ۔ اپنی غرض اور رائے کو آپ کے احکام پر مقدم نہ رکھو بلکہ اپنی خواہشات و جذبات کو اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے تابع بناؤ۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اُس کی ہوائے نفس یعنی اس کی خواہشات اور نفسی میلانات میری لائی ہوئی ہدایت کے تابع نہ ہوجائیں۔ پس قرآن کریم کی اس آیت کا تقاضا اور مطالبہ بھی یہی ہے جو اس حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ حقیقی ایمان جب ہی حاصل ہوسکتا ہے اور ایمانی برکات تب ہی نصیب ہوسکتی ہیں جب کہ آدمی کے نفسی میلانات اور اس کے جی کی چاہتیں کلی طور پر احکام الٰہیہ اور

ہدایات وارشادات نبویہ ﷺ کے تابع وماتحت ہوجائیں۔

آیت ۲ رمیں مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اللہ کے نبی سے خطاب کرتے ہوئے اپنی آواز پست رکھا کریں، یونہی آپ کا نام یا کنیت ذکر کر کے ایسے نہ پکارا کریں جیسے آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہیں۔

اکثر نزاعات ومناقشات اورلڑائی جھگڑوں کی ابتداء جھوٹی خبروں سے ہوتی ہے اس لئے اس اختلاف اورتفریق کے سرچشمہ ہی کو بند کرنے کی تعلیم آیت ۶ رمیں دی گئی کہ افواہوں پر کان مت دھرا کرواور اگر کوئی ایسا ویسا آدمی کوئی خبرتم تک پہنچائے تو اس کے بارے میں تحقیق کرلیا کرو۔

آیت ۹ رمیں اگلا حکم یہ دیا گیا کہ اگر اتفاق سے مسلمانوں کی دو جماعتوں میں اختلاف رُونما ہوجائے اور وہ آپس میں لڑ پڑیں تو پھر دوسرے مسلمانوں کو چاہئے کہ پوری کوشش کریں کہ اختلاف رفع ہوجائے اوراس میں اگر کامیابی نہ ہواور کوئی ایک فریق دوسرے پر چڑھا چلا جائے اورظلم وزیادتی ہی پر کمر باندھ لے تو خاموش ہوکر نہ بیٹھو بلکہ جس کی زیادتی ہوسب مسلمان مل کر اُس سے لڑائی کریں یہاں تک کہ وہ فریق مجبور ہوکر اپنی زیادتیوں سے باز آئے اوراللہ کے حکم کی طرف رجوع کرکے صلح کے لئے اپنے آپ کو پیش کردے۔ پھراُس وقت چاہئے کہ مسلمان دونوں فریقوں کے درمیان مساوات اورانصاف کے ساتھ صلح اورمیل ملاپ کرادیں۔ کسی ایک کی طرف داری میں جادۂ حق سے اِدھر اُدھر نہ جھکیں۔ پوری طرح عدل وانصاف کوملحوظ رکھیں اورصلح وجنگ ہرحالت میں یہ خیال رہے کہ دو بھائیوں کی لڑائی یادو بھائیوں کی مصالحت ہے۔

سورہ حجرات کی آیت ۱۱، ۱۲ ر میں کئی اہم احکامات دیئے گئے ہیں جو ہماری زندگیوں کے لئے بہت اہم ہیں۔مثلاً (۱) تمسخر۔تمسخر وہ ہنسی ہے جس سے مقصود دوسرے کی تحقیر اوردل شکنی اور دل آزاری ہواور یہ حرام ہے۔اسی لئے فرمایا کہ جن کے ساتھ تم تمسخر کررہے ہو ہوسکتا ہے وہ اللہ کی نظر میں تم سے بہتر ہوں۔

(۲) طعنہ۔طعنہ زنی بھی دل دکھانے والی چیز ہے جس سے اتفاق ومحبت میں نہ صرف فرق آجاتا ہے بلکہ اس کی جڑیں ہل جاتی ہیں۔

(۳) ''وَلَا تَنَابَزُوْا ''یعنی کسی کو چڑانے والے ناموں سے نہ پکارو۔ مثلاً اندھا، کانا، لنگڑا، لولا ایسے القاب سے یاد کرنا خواہ کسی میں وہ باتیں موجود بھی ہوں اس سے منع فرمایا گیا۔

(۴) بدگمانی۔ بدگمانی بھی فساد کی جڑ ہے، جب ایک فریق دوسرے فریق سے بدگمان ہوجاتا ہے اور حسن ظن کی گنجائش نہیں چھوڑتا تو مخالف کی کوئی بات ہو، اس کا مطلب اپنے خلاف نکال لیتا ہے جس کی وجہ سے دلوں میں دوریاں پیدا ہوتی چلی جاتی ہیں۔

(۵) ٹوہ لگانا یعنی کسی کے عیبوں اور کمزوریوں کی تفتیش اور جستجو میں پڑنا، اس سے بھی منع کیا گیا ہے۔

(۶) غیبت یعنی کسی کی غیر حاضری میں اس کے عیوب بیان کرنا ایک تو بزدلی ہے، دوسرے اس کے ساتھ چھپی دشمنی ہے اور تیسرے اس کی تذلیل ہے۔ صحیح مسلم میں ایک حدیث ہے کہ نبی کریم ﷺ نے پوچھا کہ تم جانتے ہو غیبت کیا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول ہی جانتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ کسی کی پس پشت ایسی بات کرنا جو اُسے ناگوار ہو۔ کسی نے عرض کیا کہ اگر اس میں دراصل وہ بات موجود ہو تو پھر؟ فرمایا یہی تو غیبت ہے۔

غیبت کرنے کی اللہ تعالیٰ نے ایسی مثال بیان فرمائی ہے جس سے ہر سلیم الطبع انسان نفرت کرتا ہے:

☆ غیبت کرنے والا کسی جانور کا نہیں بلکہ انسان کا گوشت کھاتا ہے۔
☆ جس انسان کا گوشت یہ کھا رہا ہے وہ کوئی غیر نہیں بلکہ اس کا مسلمان بھائی ہے۔
☆ وہ گوشت کسی زندہ کا نہیں بلکہ مردہ کا ہے۔

کسی کی غیبت، عیب جوئی اور طعن و تشنیع کا منشا محض کِبر ہوتا ہے کہ آدمی اپنے آپ کو بڑا اور دوسروں کو حقیر سمجھتا ہے۔ اس لئے آیت ۱۳،۱۴ میں سورۂ حجرات نے اس کبر کی بھی جڑ کاٹ دی اور بتلایا کہ اصل میں انسان کا بڑا چھوٹا یا معزز و حقیر ہونا کچھ ذات پات، خاندان ونسب سے تعلق نہیں رکھتا بلکہ جو شخص جس قدر نیک خصلت متقی پرہیزگار ہو اور اللہ سے ڈرنے والا ہو اُسی قدر وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں معزز و مکرم ہے۔

سورۂ حجرات کی آخری آیات میں بیان کیا گیا ہے کہ خالی خولی زبانی ایمان واسلام کے

دعوے اورلن ترانی نہ مطلوب ہے نہ محمود بلکہ حقیقت ایمان کی یہ ہے کہ صدق دل سے اللہ اور رسول پر ایمان لائے جس کی پہچان اور شناخت یہی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول نے جن باتوں کے کرنے کا حکم دیا ہے ان پر عمل پیرا ہو اور جن باتوں سے منع کیا ہے اُن سے قطعاً گریز ہو۔

مختصر مگر جامع نصیحت

''حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا مجھ کو نصیحت فرمایئے اور مختصر فرمایئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تو نماز پڑھے تو اس شخص کی سی پڑھ جو خدا کے سوا سب کو چھوڑ دینے والا ہے اور کوئی ایسی بات زبان سے نہ نکال جس پر کل کو (قیامت میں) تجھے عذر خواہی کرنی پڑے اور جو چیز لوگوں کے ہاتھوں میں ہے اس سے ناامید ہو جانے کا پختہ ارادہ کرلے۔''

ایک مفہوم تو ''تو اس شخص کی سی پڑھ جو خدا کے سوا سب کو چھوڑ دینے والا ہے'' کا وہ ہے جیسا ترجمہ میں مذکور ہے یعنی دل کو دنیا سے خالی کر کے حق تعالیٰ کی طرف بالکل متوجہ ہو کر نماز ادا کرو اور دوسرا مفہوم یہ بھی ممکن ہے کہ ایسی نماز پڑھو جس طرح کسی کو معلوم ہو جائے کہ یہ آخری نماز ہے اور اس کے بعد موت ہے پھر دوسری نماز کا موقع نہ ملے گا تو آدمی کس قدر دل لگا کر اس آخری نماز کا حق ادا کرے گا پس ہر نماز میں عقلاً اس کا امکان تو موجود ہے کہ دوسری نماز تک زندگی کا کیا بھروسہ! اس لئے ہر نماز میں نیت کے وقت یہ تصور کرلے کہ شاید یہی نماز ہماری آخری نماز ہو اور دوسری نماز تک شاید زندہ نہ رہوں اس طرح سے آدمی بہت عمدہ نماز ادا کرنے کی کوشش کرے گا۔

دوسری نصیحت یہ ہے کہ ہر لفظ کو بولنے سے پہلے سوچ کر بولو۔

تیسری نصیحت یہ ہے کہ دنیا والوں کے مال و دولت سے اپنی امید، لالچ کو ختم کردے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ

مسواک کی اہمیت وفضیلت

حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلسِّوَاکُ مَطْهَرَةٌ لِلْفَمِ مَرْضَاةٌ لِلرَّبِّ.

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''مسواک منہ کو بہت زیادہ پاک صاف کرنے والی اور اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ خوش کرنے والی چیز ہے۔'' (مسند امام شافعی، مسند احمد)

تشریح: کسی چیز میں حسن کے دو پہلو ہوسکتے ہیں ایک یہ کہ وہ دنیاوی زندگی کے لحاظ سے فائدہ مند اور عام انسانوں کے نزدیک پسندیدہ ہو، اور دوسرے یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی محبوب اور اجر اخروی کا وسیلہ ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں بتلایا ہے کہ مسواک میں یہ دونوں چیزیں ہیں۔ اس سے منہ کی صفائی ہوتی ہے۔ گندے اور مضر مادے خارج ہوجاتے ہیں۔ منہ کی بدبو زائل ہوجاتی ہے یہ اس کے نقد دنیوی فوائد ہیں اور دوسرا اخروی اور ابدی نفع اس کا یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہونے کا بھی خاص ذریعہ ہے۔

طہارت و نظافت کے سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ نے جن چیزوں پر خاص طور سے زور دیا ہے اور بڑی تاکید فرمائی ہے ان میں سے ایک مسواک بھی ہے۔ مسواک کے جو طبی فوائد ہیں اور بہت سے امراض سے اس کی وجہ سے جو تحفظ ہوتا ہے آج کل ہر صاحب شعور اس سے کچھ نہ کچھ واقف ہے۔ لیکن دینی نقطہ نگاہ سے اس کی اصل اہمیت یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ راضی کرنے والا عمل ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر

یہ خیال نہ ہوتا کہ میری امت پر بہت مشقت پڑ جائے گی تو میں ان کو ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حتمی حکم کرتا۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم)

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں مسواک کی محبوبیت اوراس کے عظیم فوائد دیکھتے ہوئے میرا جی چاہتا ہے کہ اپنے ہر امتی کے لئے حکم جاری کردوں کہ وہ ہر نماز کے وقت مسواک ضرور کیا کرے۔ لیکن ایسا حکم میں نے صرف اس خیال سے نہیں دیا کہ اس سے میری امت پر بہت بوجھ پڑ جائے گا اور ہر ایک کے لئے اس کی پابندی مشکل ہوگی، غور سے دیکھا جائے تو یہ بھی ترغیب و تاکید کا ایک موثر عنوان ہے۔

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ کے فرشتے جبرئیل جب بھی میرے پاس آئے ہر دفعہ انہوں نے مجھے مسواک کے لئے ضرور کہا۔ خطرہ ہے کہ (جبرئیل کی بار بار کی اس تاکید اور وصیت کی وجہ سے) میں اپنے منہ کے اگلے حصے کو مسواک کرتے کرتے گھسا نہ ڈالوں"۔ (مسند احمد)

مسواک کے بارے میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کی بار بار یہ تاکید اور وصیت دراصل اللہ تعالیٰ ہی کے حکم سے تھی اور اس کا خاص راز یہ تھا کہ جو ہستی اللہ تعالیٰ سے خطاب اور دعا میں ہمہ وقت مصروف رہتی ہو اور اللہ کا فرشتہ جس کے پاس بار بار آتا ہو اور اللہ کے کلام کی تلاوت اور اس کی طرف دعوت جس کا خاص وظیفہ ہو اس کے لئے خاص طور سے ضروری ہے کہ وہ مسواک کا بہت زیادہ اہتمام کرے۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسواک کا بہت اہتمام فرماتے تھے۔

مسواک کے خاص اوقات اور مواقع:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ دن یا رات میں جب بھی آپ سوتے تو اٹھنے کے بعد وضو کرنے سے پہلے مسواک ضرور فرماتے۔ (مسند احمد)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ جب رات کو آپ تہجد کیلئے اٹھتے تو مسواک سے اپنے دہن مبارک کی خوب صفائی کرتے (اس کے بعد وضو فرماتے اور تہجد میں مشغول ہوجاتے)۔ (صحیح بخاری ومسلم)

شریح بن ہانی سے روایت ہے کہ میں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا

کہ رسول اللہ ﷺ جب باہر سے گھر تشریف لاتے تھے تو سب سے پہلے کیا کام کرتے تھے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ سب سے پہلے آپ مسواک فرماتے تھے۔ (صحیح مسلم)

ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ ہر نیند سے جاگنے کے بعد خاص کر رات کو تہجد کے لئے اٹھنے کے وقت پابندی اور اہتمام سے مسواک فرماتے تھے، اس کے علاوہ باہر سے جب گھر میں تشریف لاتے تھے تو سب سے پہلے مسواک فرماتے تھے، اس سے معلوم ہوا کہ مسواک صرف وضو کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ سو کر اٹھنے کے بعد اور مسواک کئے زیادہ دیر گزرنے کے بعد اگر وضو کرنا نہ بھی ہو جب بھی مسواک کر لینی چاہئے۔ ہمارے علمائے کرام نے ان ہی احادیث کی بناء پر لکھا ہے کہ مسواک کرنا یوں تو ہر وقت میں مستحب اور باعث اجر وثواب ہے لیکن درج ذیل پانچ موقعوں پر مسواک کی اہمیت زیادہ ہے۔ وضو میں، نماز کے لئے کھڑے ہوتے وقت (اگر وضو اور نماز کے درمیان زیادہ وقت ہو گیا ہو) اور قرآن مجید کی تلاوت کے لئے، اور سونے سے اٹھنے کے وقت اور منہ میں بدبو پیدا ہو جانے، یا دانتوں کے رنگ میں تغیر آ جانے کے وقت ان کی صفائی کے لئے۔

مسواک کی برکات:

حدیث میں وارد ہے کہ مسواک کا اہتمام کیا کرو اس میں دس فائدے ہیں۔

① منہ کو صاف کرتی ہے۔ ② اللہ کی رضا کا سبب ہے۔ ③ شیطان کو غصہ دلاتی ہے۔ ④ مسواک کرنے والے کو اللہ تعالیٰ محبوب رکھتے ہیں اور فرشتے محبوب رکھتے ہیں۔ ⑤ مسوڑھوں کو قوت دیتی ہے۔ ⑥ بلغم کو ختم کرتی ہے۔ ⑦ منہ میں خوشبو پیدا کرتی ہے۔ ⑧ صفرا کو دور کرتی ہے۔ ⑨ نگاہ کو تیز کرتی ہے۔ ⑩ منہ کی بدبو کو زائل کرتی ہے اور ان سب کے علاوہ یہ ہے کہ ہمارے پیارے نبی ﷺ کی سنت ہے۔ (منبہات ابن حجر)

علماء نے لکھا ہے کہ مسواک کے اہتمام میں ستر فائدے ہیں جن میں ایک یہ ہے کہ مرتے وقت کلمہ شہادت پڑھنا نصیب ہوتا ہے۔

فہرست پہ جائیے

عاشورہ کی فضیلت کا بیان

محمد یونس

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو دیکھا لوگ عاشورہ کا روزہ رکھتے ہیں۔ اس کا سبب پوچھا تو انہوں نے کہا کہ اس دن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو فرعون کی قوم پر فتح دی تھی، اس لئے ہم تعظیماً روزہ رکھتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم بہ نسبت تمہارے موسیٰ سے زیادہ تعلق رکھتے ہیں۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن سے روزہ رکھنے کا حکم دے دیا۔ یوم عاشورہ کی فضیلت میں بہت سے آثار وارد ہوئے ہیں۔ من جملہ ان کے ایک یہ ہے کہ اس دن حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی۔ اسی دن پیدا ہوئے اور اسی دن جنت میں داخل ہوئے، اسی دن عرش و کرسی، آسمان و زمین، سورج و چاند ستارے پیدا ہوئے۔ اسی دن ابراہیم خلیل اللہ متولد ہوئے اور اسی دن ان کو نمرود کی آگ سے نجات ہوئی۔ اسی دن حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ہمراہیوں نے نجات پائی۔ فرعون اور اس کے مددگار اسی دن غرق ہوئے۔ اسی روز حضرت عیسیٰ علیہ السلام متولد ہوئے اور اسی دن آسمان کی طرف اٹھائے گئے اور اسی دن حضرت ادریس علیہ السلام بلند مکان کی طرف اٹھائے گئے۔ اسی روز حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی جودی پہاڑ پر قائم ہوئی۔ اسی دن حضرت سلیمان علیہ السلام کو بڑی سلطنت عطا ہوئی۔ حضرت یونس علیہ السلام اسی دن مچھلی کے پیٹ سے نکالے گئے۔ اور حضرت یعقوب علیہ السلام کو اسی دن دوبارہ آنکھیں ملیں۔ اسی دن حضرت یوسف علیہ السلام کنویں سے نکالے گئے۔ اسی دن حضرت ایوب علیہ السلام سے تکلیف دور کی گئی اور اسی دن سب سے پہلے آسمان سے زمین پر بارش ہوئی۔

یہ روزہ امم سابقہ میں مشہور و معروف تھا۔ یہاں تک کہ رمضان سے پہلے یہ فرض تھا، پھر منسوخ ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت سے پہلے یہ روزہ رکھا تھا۔ پھر جب مدینہ میں داخل ہوئے تو تاکید مزید کر دی۔ یہاں تک کہ اخیر عمر شریف میں فرمایا اگر آئندہ سال تک زندہ رہا تو

نویں و دسویں تاریخ کا روزہ رکھوں گا مگر اسی سال رفیق اعلیٰ کی طرف رحلت (انتقال) کر گئے اور سوائے دسویں کے اور روزہ نہ رکھا لیکن نویں اور دسویں اور گیارہویں تاریخ کے روزے کی ترغیب دلائی۔ جیسا کہ فرمایا کہ ایک دن عاشوراء سے پہلے اور ایک دن اس کے بعد روزہ رکھو اور یہود کے طریقہ کی مخالفت کرو کہ وہ صرف عاشوراء کے دن ہی روزہ رکھتے ہیں۔

بیہقی شعب الایمان میں لکھا ہے کہ جو شخص عاشوراء کے روز اپنے اہل و عیال پر فراخی کرے اللہ تعالیٰ اس پر سارا سال فراخی کرتا ہے۔

جاننا چاہئے کہ عاشورہ کے روز حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر جو مصیبت نازل ہوئی وہ ان کے حق میں شہادت تھی جو ان کے بلندی درجات وعلو حالات پر دلالت کرتی ہیں۔ پس جو شخص اس روز ان کے مصائب کو یاد کرتا ہے، اس کو چاہئے کہ یہ سوچے کہ اگر دین کی خاطر ہم پر بھی کوئی پریشانی آرہی ہے تو وہ ان حضرات کی پریشانی سے زیادہ نہیں۔ اس لئے وہ دین پر جمے رہے، ہمیں بھی مصائب و پریشانیوں کے باوجود دین کے راستے کو نہیں چھوڑنا چاہئے، یہ وہ لوگ تھے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اُولٰئِکَ عَلَیۡهِمۡ صَلَوَاتٌ مِنۡ رَّبِّهِمۡ وَرَحۡمَةٌ وَاُولٰئِکَ هُمُ الۡمُهۡتَدُوۡنَ. (البقرة)

ترجمہ: یہی لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی مہربانی اور رحمت ہے اور یہی لوگ سیدھے راستے پر ہیں۔

اور ان پر رونے، پیٹنے، رنج و غم کھانے وغیرہ بدعات سے (جو رافضیوں نے نکالی ہیں) پرہیز کرنا چاہئے کہ یہ کام مومنوں کے اوصاف سے نہیں ہیں ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا دن ان امور کیلئے زیادہ اولیٰ اور مناسب ہوتا۔ اللہ ہمیں ایسی بدعات سے بچائے کہ وہی اچھا کارساز و مددگار ہے اور اللہ ہم سب کو قرآن وحدیث پر عمل کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین

نفلی صدقہ اور صدقۂ جاریہ

مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہ

سب سے پہلے آپ یہ سمجھ لیں کہ دنیا فانی ہے اور آخرت باقی ہے اور اس فانی دنیا سے ہمیں باقی کو لینا ہے یعنی اس دنیا میں رہ کر اپنی ہمیشہ ہمیشہ کی آخرت کی زندگی کو بنانا ہے، اور وہ اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے کاموں اور اس کی رضا کے کاموں میں لگنے اور ان کی فکر کرنے سے بنے گی، اور اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے اور خوش کرنے والے کاموں میں جہاں نماز، روزہ، حج وعمرہ، نوافل اور اذکار وغیرہ ہیں وہاں ایک اہم عمل ''صدقہ'' بھی ہے جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے اور خوش کرنے کا ایک بہترین عمل ہے، ہم اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں، ہمارے پاس جو مال ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ کے راستے میں صرف اس کی رضا کی خاطر اخلاص کے ساتھ اس کے دیئے ہوئے مال میں سے کچھ نہ کچھ خیر کے کاموں میں لگاتے رہنا چاہئے، کیونکہ صدقہ بہترین عمل ہے جس کے دنیا وآخرت میں عظیم فوائد ہیں۔

صدقہ کی دو قسمیں:

صدقہ کی دو قسمیں ہیں، ایک عام صدقہ، کہ صدقہ کرنے کے بعد صدقہ کرنے والے کو اس کا ثواب مل جاتا ہے لیکن اس کا ثواب ہمیشہ ہمیشہ جاری نہیں رہتا، مثلاً کھانا کھلانا صدقہ ہے، کوئی فقیر بھوکا تھا اس کو کھانا کھلایا اور اس نے کھانا کھالیا تو کھانا کھلانے والے کو اس کا ثواب مل گیا لیکن کھانا کھلانے والے کو ہمیشہ اس کا ثواب نہیں ملے گا۔ اسی طرح کوئی بیمار ہے اس کو علاج معالجہ کیلئے پیسے دے دیئے، اس نے علاج کرالیا اور وہ ٹھیک ہوگیا تو پیسے دینے والے کو اس کا ثواب مل گیا، لیکن اس کا ثواب ہمیشہ جاری نہیں رہے گا۔ دوسرا صدقہ وہ ہے جو صدقۂ جاریہ کہلاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کوئی تادیر قائم رہنے والی خیر اور دیر تک فائدہ پہنچانے والی چیز دوسروں کیلئے مقرر کردی جائے تو اس کو صدقۂ جاریہ کہتے ہیں۔

بہر حال وقتی ضرورت پوری کرنے کے لئے جو صدقہ دیا جائے وہ بھی عبادت ہے، اس کا بڑا ثواب ہے، ہم میں سے ہر ایک کو اپنی حیثیت اور استطاعت کے مطابق زیادہ سے زیادہ نفلی صدقہ دینے کا معمول بنانا چاہیئے، یہ نہایت آسان، مفید اور باعثِ اجر و ثواب عمل ہے، احادیث طیبہ میں صدقہ کے متعدد فضائل آئے ہیں۔

صدقہ کے فضائل:

صدقہ کرنے والے اور نہ کرنے والے کیلئے فرشتہ کی دعا

ایک حدیث میں آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''ہر صبح جب دن چڑھتا ہے تو دو فرشتے (آسمان سے) اترتے ہیں، ان میں سے ایک فرشتہ یہ دعا کرتا ہے کہ اے اللہ! جو آپ کے راستے میں خرچ کرے اس کا بدل عطا فرما، اور دوسرا فرشتہ کہتا ہے کہ اے اللہ! جو آپ کے راستے میں خرچ نہ کرے اس کے مال کو ہلاک فرما۔'' (بخاری:۲/۱۱۵)

اس سے اندازہ لگائیے کہ اللہ کی راہ میں صدقہ دینے سے مال بڑھتا ہے اور نہ دینے سے مال گھٹتا ہے، دیکھئے! صدقہ دینے کا دنیا میں کتنا بڑا فائدہ ہے اور نہ دینے کا کتنا بڑا نقصان ہے اور صدقہ دینے میں آخرت میں بھی فائدہ ہے اور نہ دینے میں نقصان ہے۔

ایک کھجور صدقہ کرنے کا اُحد پہاڑ کے برابر ثواب

ایک حدیث میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جو شخص (اپنی) حلال کمائی سے کھجور کے برابر صدقہ کرتا ہے اور جان لو کہ اللہ پاک صرف مال حلال ہی کو قبول کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے دائیں ہاتھ سے قبول کرتے ہیں اور پھر اس (صدقہ) کو صدقہ دینے والے کیلئے اس طرح پالتے ہیں جیسا کہ کوئی شخص بچھڑا پالتا ہے یہاں تک کہ وہ (صدقہ یا اس کا ثواب) پہاڑ کی مانند ہو جاتا ہے۔ السنن الکبریٰ کی روایت میں ہے ''یہاں تک کہ وہ صدقہ اُحد پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے۔''

کربلا کا سفر

حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب مدظلہٗ کے سفر نامہ "وادیٔ دجلہ و فرات" سے اقتباس

نجف سے ہم کربلا کی طرف روانہ ہوئے۔ یہاں سے ایک خاصی کشادہ اور صاف ستھری سڑک کربلا جاتی ہے جس کے دونوں اطراف حدِ نظر تک لق و دق صحرا اور ریگستان نظر آتے ہیں۔ بیچ بیچ میں کہیں کہیں اونٹوں کے قافلے محوِ سفر دکھائی دیتے جنہوں نے صدیوں پرانے قافلوں کی یاد تازہ کردی۔ اب کربلا تو ایک بارونق شہر ہے اور وہاں پہنچ کر اس صحرائے کربلا کا تصور ناممکن ہے جس میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا المناک سانحہ پیش آیا۔ لیکن نجف سے کربلا جاتے ہوئے راستے میں جو ریگ زار دکھائی دیتے ہیں انہیں دیکھ کر اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ یہ سرزمین کیسی دشوار گزار اور مسافروں کیلئے کتنی صبر آزما رہی ہوگی۔

تقریباً ظہر کے وقت ہم کربلا شہر میں داخل ہوئے۔ یہ شہر اب خاصا بارونق اور شاید کوفہ اور نجف دنوں کے مقابلے میں زیادہ آباد ہے۔ جس وقت حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا حادثۂ شہادت پیش آیا اس وقت یہ ایک لق و دق صحرا تھا۔ اس پورے علاقے کو زمانۂ قدیم میں "طف" کہتے تھے اور یہ خاص صحرا جس میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ شہید ہوئے کربلا کے نام سے موسوم تھا۔ اس کی وجہ تسمیہ کے بارے میں مختلف اقوال مشہور ہیں۔ بعض حضرات کا کہنا ہے کہ یہ لفظ "کَـرْبَـلَة" سے ماخوذ ہے جس کے معنی پاؤں کے تلووں کی نرمی کے ہیں۔ یہ زمین چونکہ نرم تھی اس لئے اس کا نام "کربلاء" رکھ دیا گیا۔ "کربلا" عربی زبان میں گندم صاف کرنے کو بھی کہتے ہیں۔ اس لئے بعض حضرات کا کہنا ہے کہ اس سرزمین میں چونکہ روڑے پتھر نہیں تھے اور ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اس زمین کو باقاعدہ صاف کیا گیا ہے اس لئے اسے "کربلا" کہتے ہیں۔

اس کے برعکس بعض حضرات کا خیال ہے کہ یہ لفظ "کربُل" سے نکلا ہے۔ یہ ایک خاص قسم کی گھاس کا نام ہے جو اس صحرا میں بکثرت پائی جاتی ہے، اس لئے اس کا نام کربلا مشہور ہوگیا۔

(معجم البلدان للحموی رحمۃ اللہ علیہ ص ۴۴۵، ج ۴) واللہ اعلم

کربلا پہنچ کر ہم سب سے پہلے اس عمارت پر حاضر ہوئے جس کے بارے میں مشہور یہ ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا مزار ہے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مزار کے بارے میں بھی روایتیں بہت مختلف ہیں۔ عام طور سے مشہور یہ ہے کہ آپ کا جسم مبارک تو کربلا ہی میں مدفون ہے لیکن سر مبارک چونکہ یزید کے پاس دمشق لے جایا گیا تھا اس لئے وہ یہاں مدفون نہیں۔ پھر سر مبارک کے مزار کے نام سے مختلف شہروں میں بڑی بڑی عمارتیں بنی ہوئی ہیں۔ اگر یہ روایت درست ہو کہ سر مبارک یزید کے پاس شام لے جایا گیا تھا تو اس کا دمشق میں مدفون ہونا تو کچھ سمجھ میں آتا ہے لیکن ایک عظیم الشان مزار قاہرہ میں جامع ازہر کے سامنے بھی بنا ہوا ہے اور یہ پورا محلّہ ''سیدنا الحسین رضی اللہ عنہ'' کے نام سے مشہور ہے۔

بہر صورت! سر مبارک کے بارے میں تو روایات بہت مختلف ہیں لیکن جسم مبارک کے بارے میں قرین قیاس یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ کربلا میں مدفون ہوگا۔ اگرچہ اس کی خاص جگہ کا تعین تاریخی اعتبار سے خاصا مشکوک ہے۔ امام ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ مشہور محدث اور مؤرخ ہیں۔ ان سے کسی نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مزار کی جگہ دریافت کی تو انہوں نے لاعلمی کا اظہار فرمادیا۔ (تاریخ بغداد، الخطیب رحمۃ اللہ علیہ، ص ۴۴، ج ۱)

کربلا میں دوسرے مزارات حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بھائی حضرت عباس اور صاحبزادے علی اکبر رضی اللہ عنہم وغیرہ کے ہیں۔ یہاں بھی حاضری کی سعادت حاصل ہوئی اور سانحہ کربلا کے دلگداز واقعات ایک ایک کر کے نگاہوں کے سامنے آتے رہے۔ اس وقت دریائے فرات یہیں قریب ہی بہتا ہوگا۔ اب یہاں سے کچھ دور چلا گیا ہے۔ خانوادۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ان عالی مقام افراد نے مدینہ طیبہ کو چھوڑ کر اس دشتِ کربلا میں جان دینے کو یقیناً کسی دنیا طلبی کی خاطر گوارا نہیں کیا تھا۔ ان کا مقصد رضائے الٰہی کے حصول کے سوا کچھ اور نہ تھا ؎

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

توکل اور رضا بالقضا

مولانا فرحان صاحب

ہم انسانوں کو جو حقیقتیں حضرات انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ معلوم ہوئی ہیں، ان میں سے اہم حقیقت یہ بھی ہے کہ اس کارخانۂ ہستی میں جو کچھ ہوتا ہے اور جس کو جو کچھ ملتا یا نہیں ملتا ہے، سب براہ راست اللہ تعالیٰ کے حکم اور فیصلہ سے ہوتا ہے، اور ظاہری اسباب کی حیثیت اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ وہ چیزوں کے ہم تک پہنچنے کیلئے اللہ ہی کے مقرر کیے ہوئے صرف ذریعے اور راستے ہیں، جس طرح کہ گھروں میں پانی جن نلوں کے ذریعہ پہنچتا ہے وہ پانی پہنچانے کے صرف راستے ہیں، پانی کی تقسیم میں ان کا اپنا کوئی دخل اور کوئی حصہ نہیں ہے، اسی طرح عالم وجود میں کارفرمائی اسباب کی بالکل نہیں ہے، بلکہ کارفرما اور مؤثر صرف اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کا حکم ہے۔

اس حقیقت پر دل سے یقین کرکے اپنے تمام مقاصد اور کاموں میں صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پر اعتماد اور بھروسہ کرنا، اسی سے لو لگانا، اسی کی قدرت اور اسی کے کرم پر نظر رکھنا، اسی سے امید یا خوف ہونا اور اسی سے دعا کرنا، بس اسی طرزِ عمل کا نام دین کی اصطلاح میں توکل ہے۔ توکل کی اصل حقیقت بس اتنی ہی ہے۔ ظاہری اسباب و تدابیر کا ترک کردینا، یہ توکل کیلئے لازم نہیں ہے۔ حضرات انبیاء علیہم السلام خاص کر سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور ہر دور کے عارفین کاملین کا توکل یہی تھا، یہ سب حضرات اس کارخانۂ ہستی کے اسبابی سلسلے کو اللہ تعالیٰ کے امر وحکم کے ماتحت اور اس کی حکمت کا تقاضا جانتے ہوئے عام حالات میں اسباب کا بھی استعمال کرتے تھے، لیکن دل کا اعتماد اور بھروسہ صرف اللہ ہی کے حکم پر ہوتا تھا، اور جیسا کہ عرض کیا گیا وہ اسباب کو پانی کے نلوں کی طرح صرف ایک ذریعہ ہی جانتے تھے، اور اسی واسطے وہ ان اسباب کے استعمال میں بھی اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے احکام کی تعمیل کا پورا پورا لحاظ رکھتے تھے، نیز یہ بھی یقین رکھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ان اسباب کی پابند نہیں ہے، وہ اگر چاہے تو ان کے بغیر بھی سب

کچھ کرسکتا ہے، اور کبھی کبھی وہ اللہ تعالیٰ کی اس قدرت کا مشاہدہ اور تجربہ بھی کرتے تھے۔

الغرض ترکِ اسباب نہ توکل کی حقیقت میں داخل ہے نہ اس کے لئے شرط ہے، ہاں اگر غلبۂ حال سے اللہ کا کوئی صاحبِ یقین بندہ ترکِ اسباب کردے تو قابل اعتراض بھی نہیں، بلکہ ان کے حق میں یہی کمال ہوگا، اسی طرح اگر اسباب سے دل کا تعلق توڑنے کے لئے اور بجائے اسباب کے اللہ پر یقین پیدا کرنے کے لئے یا دوسروں کو اس کا مشاہدہ اور تجربہ کرانے کے لئے کوئی بندۂ خدا ترکِ اسباب کا رویہ اختیار کرلے، تو یہ بھی بالکل درست ہوگا، لیکن توکل کی اصل حقیقت صرف اسی قدر ہے جو اوپر عرض کی گئی، اور قرآن وحدیث میں اسی کی ترغیب ودعوت دی گئی ہے اور اسی کے حاملین کی مدح وثنا کی گئی ہے، اور بلاشبہ یہ توکل ایمان اور توحید کے کمال کا لازمی ثمرہ ہے، جس کو توکل نصیب نہیں، یقیناً اس کا ایمان اور اس کی توحید کامل نہیں ہے۔

پھر توکل سے بھی آگے رضا بالقضا کا مقام ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ بندے پر جو بھی اچھے یا برے احوال آئیں وہ یہ یقین کرتے ہوئے کہ ہر حال کا بھیجنے والا میرا مالک ہی ہے، اس کے حکم اور فیصلہ پر دل سے راضی اور شاد رہے، اور راحت و عافیت کے دنوں کی طرح تکلیف و مصیبت کی گھڑیوں میں بھی اس کے خدا آشنا دل کی صدا یہی ہو، کہ:

ہر چہ از دوست میرسد نیکوست

ان تمہیدی سطروں کے بعد توکل اور رضا بالقضاء کے متعلق رسول اللہ ﷺ کی چند احادیث پڑھیئے:

① حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری امت میں ستر ہزار بغیر حساب کے جنت میں جائیں گے وہ، وہ بندگانِ خدا ہوں گے جو منتر نہیں کراتے، اور شگونِ بد نہیں لیتے، اور اپنے پروردگار پر توکل کرتے ہیں۔ (بخاری ومسلم)

② حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ارشاد فرماتے تھے، کہ اگر تم لوگ اللہ پر ایسا توکل اور اعتماد کرو جیسا کہ اس پر توکل کرنے کا حق ہے، تو تم کو وہ اس طرح روزی دے جس طرح کہ پرندوں کو دیتا ہے، وہ صبح کو بھوکے اپنے آشیانوں سے نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھرے واپس آتے ہیں۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

اِمام ابو یوسف رحمہ اللہ

مولانا عبدالقادر صاحب

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۸۲ھ) ایک غریب گھرانے کے فرد تھے، قریب تھا کہ معاشی خستہ حالی ان کی زندگی کو جہالت کے گرداب میں ڈبوئے رکھے اور ان کی صلاحیتوں کے جوہر نکھر کر بکھرنے یا بکھر کر نکھرنے کا موقع ہی نہ پائیں کہ ان کے گلشن باطن کی علمی صلاحیت کے برگ و بار کی مہک امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے محسوس کی کہ ؎

نگاہیں کاملوں پر پڑ ہی جاتی ہیں زمانہ کی
کہیں چھپتا ہے اکبر پھول پتوں میں نہاں ہو کر؟

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی معاشی کفالت اپنے ذمہ لی، انہیں درس کی طرف توجہ دلائی، درس کی پابندی نے شوق علم دیا، عظیم استاذ کی شفقت نے حوصلہ بڑھایا اور برسوں کی تربیت نے گمنام ''یعقوب'' سے ابو یوسف جیسا عظیم قاضی القضاۃ برآمد کیا، جن کا نام ہی آج سن کر فقہ حنفی کے شیدائیوں کے دلوں میں عظمت کے سوتیں اور عقیدت کے چشمے پھوٹنے لگتے ہیں، شفیق استاذ کی مجلس میں پابندی کا پھر یہ حال ہوا کہ لخت جگر کا انتقال ہوا تو تجہیز و تکفین رشتہ داروں کے حوالے کر کے خود مجلس درس جا پہنچے، یہ خوف تھا کہ تجہیز میں مصروف ہو گئے تو درس کی کوئی بات رہ جائے گی اور استاذ کی وفات کے بعد بڑی حسرت سے کہتے، ''کاش! مجھے اپنی نصف دولت کے عوض استاذ کی صرف ایک ہی علمی صحبت میسر آجائے''۔

اُس بزم میں مدت سے نہیں گرچہ رسائی
نظروں میں میری، آج بھی عالم ہے وہیں کا

لیکن لذت علم نے شوق کا جو ولولہ دیا، وہ ہر دم زندہ رہا، معاشی تنگ حالی کا ایسا زمانہ بھی گزرا کہ سسرال کے گھر کے چھپر کی کڑی نکال کر بازار میں بیچی اور خوراک کا سامان کیا۔

دہی سے دل کی دباغت!

وہ خود کہتے تھے: ''میرے ساتھ پڑھنے والوں کی یوں تو کافی جماعت تھی لیکن جس بیچارے کے دل کی دباغت دہی سے کی گئی تھی نفع اسی نے اٹھایا۔'' پھر دل کی اس دباغت کا پس منظر بیان کرتے ہوئے کہتے:

''طالب علمی میں گھر والے میرے کھانے کا یہ انتظام کرتے کہ چند روٹیاں دہی کے ساتھ ٹھونک لی جاتی تھیں، دہی کھا کر سویرے درس کے حلقوں میں حاضر ہو جاتا لیکن جو اس انتظار میں رہتے کہ ان کے لئے، ہریسہ یا عصیدہ تیار ہو تب اس کا ناشتہ کر کے جائیں گے، ظاہر ہے ان کے وقت کا کافی حصہ اس انتظار میں صرف ہو جاتا اس لئے جو چیزیں مجھے معلوم ہوئیں ان سے یہ ہریسہ اور عصیدہ والے حضرات محروم رہے۔''

نہ ہو قناعت شعارِ گل چین

علم کے ساتھ ان کی محبت اور مسائل کے ساتھ ان کے شغف کا یہ عالم تھا کہ زندگی کے آخری لمحوں میں بھی ایک فقہی مسئلہ پر بحث کرتے رہے۔

ابراہیم بن الجراح امام ابو یوسف کی بیماری کی اطلاع سن کر عیادت کی غرض سے گئے تو امام پر نیم بیہوشی طاری تھی، کچھ طبیعت سنبھلی تو فرمانے لگے۔ ''ابراہیم! اس مسئلہ میں آپ کی کیا رائے ہے؟'' ابراہیم کہنے لگے، حضرت! اس حال میں بھی مسائل کی بحث! فرمانے لگے ''کیا حرج ہے ممکن ہے اسی سے کسی کی نجات ہو جائے''، پھر مسئلہ پوچھا کہ ''رمی جمار ماشیاً افضل ہے یا راکباً؟'' ابراہیم نے کہا ''ماشیاً'' فرمایا ''غلط'' عرض کی ''راکباً'' ارشاد ہوا ''غلط'' کہنے لگے آپ ہی بتا دیں، فرمایا ''جس رمی کے بعد دعا کے لئے وقوف ہو وہاں ''ماشیاً'' ورنہ ''راکباً'' افضل ہے۔'' ابراہیم رخصت لے کر ابھی دروازہ سے ہی گزر رہے تھے کہ حالت نزع میں علمی مسئلہ پر بحث کرنے والے یہ عظیم انسان اپنے رب کے حضور پیش ہو گئے۔

ماہنامہ فلاحِ دارین کراچی

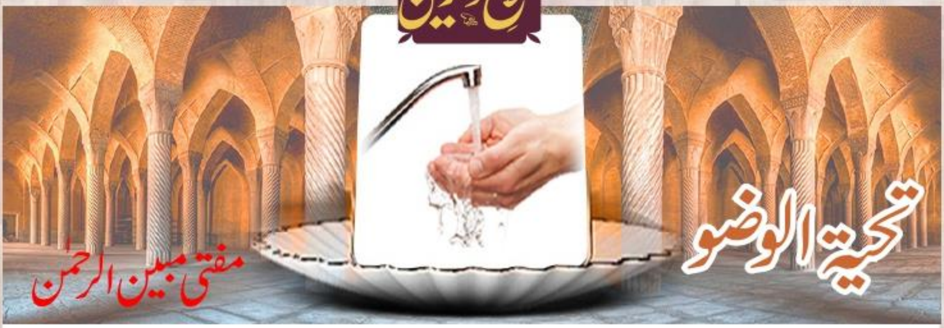

تحیۃ الوضو

مفتی مبین الرحمٰن

تحِیَّۃُ الوضو کی حقیقت:

وضو کرنے کے بعد ادا کی جانے والی دو رکعات نفل نماز کو تحیۃ الوضو کہا جاتا ہے، اس کو شکر الوضو بھی کہتے ہیں۔ شیخ الاسلام محدّث عصر علامہ ظفر احمد عثمانی صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وضو اُن امور میں سے ہے جو مقاصد تک پہنچانے کا ذریعہ ہوتے ہیں، یعنی کہ وضو بھی متعدد مقاصد کے لیے کیا جاتا ہے اور وضو کے ان تمام مقاصد میں سے سب سے اعلیٰ مقصد نماز ہے، اس لیے بہتر یہ ہے کہ بندہ جب بھی وضو کرے تو اس کے بعد نماز ادا کرلیا کرے۔ (اعلاء السنن)

تحِیَّۃُ الوضو کی فضیلت:

احادیث مبارکہ میں تحیۃ الوضو یعنی وضو کے بعد دو رکعات نفل نماز ادا کرنے کی بہت بڑی فضیلت بیان فرمائی گئی ہے، ذیل میں چند روایات ملاحظہ فرمائیں:

① سنن ابی داود:

٩٠٥- عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ وُضُوئَهُ ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ لَا يَسْهُو فِيهِمَا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ. (باب كَرَاهِيَةِ الْوَسْوَسَةِ وَحَدِيثِ النَّفْسِ فِي الصَّلَاةِ)

حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ’’جس نے (سنت کے مطابق) اچھی طرح وضو کیا، پھر دو رکعات نماز ادا کی جس میں غفلت اختیار نہیں کی تو اس کے گزشتہ (صغیرہ) گناہ معاف کردیے جاتے ہیں۔‘‘

نماز میں غفلت اختیار نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ دل کی توجہ اور استحضار کے ساتھ نماز ادا کی

جائے۔

② سنن النسائی:

١٥١ – عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ الْجُهَنِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ يُقْبِلُ عَلَيْهِمَا بِقَلْبِهِ وَوَجْهِهِ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ. (بَاب ثَوَابِ مَنْ أَحْسَنَ الْوُضُوءَ ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ)

حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ: ”جس نے (سنت کے مطابق) اچھی طرح وضو کیا، پھر دو رکعات نماز ادا کی، جس میں اپنے دل اور چہرے کے ساتھ متوجہ رہا تو اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے۔“

یہ حدیث ”صحیح مسلم“ اور ”سنن ابی داود“ سمیت متعدد کتب میں بھی موجود ہے۔

نماز میں دل اور چہرے کے ساتھ متوجہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ پوری توجہ اور خشوع وخضوع کے ساتھ نماز ادا کرے۔

③ صحیح بخاری:

١٥٩ – عَنْ حُمْرَانَ مَوْلَى عُثْمَانَ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ رَأَى عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ دَعَا بِإِنَاءٍ فَأَفْرَغَ عَلَى كَفَّيْهِ ثَلَاثَ مِرَارٍ فَغَسَلَهُمَا ثُمَّ أَدْخَلَ يَمِينَهُ فِي الْإِنَاءِ فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا وَيَدَيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ ثَلَاثَ مِرَارٍ ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهِ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ ثَلَاثَ مِرَارٍ إِلَى الْكَعْبَيْنِ ثُمَّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: مَنْ تَوَضَّأَ نَحْوَ وُضُوئِي هٰذَا ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ لَا يُحَدِّثُ فِيهِمَا نَفْسَهُ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ .(بَاب الْوُضُوءِ ثَلَاثًا ثَلَاثًا)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے غلام حُمران فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انھوں نے (وضو کے لیے) پانی طلب کیا، چنانچہ انھوں

نے تین بار دونوں ہاتھوں کو (گٹّوں تک) دھویا، پھر کلی کی، پھر ناک میں پانی ڈالا، پھر تین بار چہرے کو دھویا پھر ہاتھوں کو کہنیوں سمیت تین بار دھویا، پھر سر کا مسح کیا، پھر تین بار پاؤں کو ٹخنوں سمیت دھویا، پھر فرمایا کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ''جس نے میرے اس وضو کی طرح وضو کیا، پھر دو رکعات نماز ادا کی، جس میں اپنے آپ سے بات نہ کی تو اس کے گذشتہ (صغیرہ) گناہ معاف کردیے جاتے ہیں۔''

نماز میں اپنے آپ سے بات نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اپنے ارادے اور اختیار سے نماز میں خیالات لانے سے اجتناب کرے، ساری توجہ نماز کی طرف رکھے اور خشوع وخضوع سے نماز ادا کرے۔ اور اس حدیث میں ''میرے اس وضو کی طرح وضو'' سے مراد یہ ہے کہ سنت کے مطابق وضو کیا جائے۔ واضح رہے کہ اس حدیث میں وضو کا مکمل اور مفصل طریقہ مذکور نہیں، صرف بنیادی امور کا تذکرہ ہے جیسا کہ یہی حدیث دیگر کتب میں بھی موجود ہے اور ان میں کچھ اضافی باتیں بھی ہیں، اس لیے صرف اسی حدیث میں مذکور طریقے کو کامل سنت طریقہ نہ سمجھ لیا جائے۔

④ شرح السنۃ للبغوی:

۱۰۱۲ - عَنْ أَبِي بُرَيْدَةَ قَالَ: أَصْبَحَ رَسُولُ اللهِ ﷺ، فَدَعَا بِلَالًا، فَقَالَ: يَا بِلَالُ، بِمَ سَبَقْتَنِي إِلَى الْجَنَّةِ؟ مَا دَخَلْتُ الْجَنَّةَ قَطُّ إِلَّا سَمِعْتُ خَشْخَشَتَكَ أَمَامِي، إِنِّي دَخَلْتُ الْبَارِحَةَ الْجَنَّةَ فَسَمِعْتُ خَشْخَشَتَكَ أَمَامِي!، فَقَالَ بِلَالٌ: يَا رَسُولَ اللهِ، مَا أَذَّنْتُ قَطُّ إِلَّا صَلَّيْتُ رَكْعَتَيْنِ، وَمَا أَصَابَنِي حَدَثٌ قَطُّ إِلَّا تَوَضَّأْتُ، وَرَأَيْتُ أَنَّ لِلّٰهِ عَلَيَّ رَكْعَتَيْنِ فَأَرْكَعُهُمَا، قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِهِمَا.
(بَابُ فَضْلِ مَنْ تَطَهَّرَ فَصَلَّى عُقَيْبَهُ)

حضور اقدس ﷺ نے ایک دن صبح کے وقت حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا کہ: ''اے بلال! کس چیز کی وجہ سے آپ جنت میں مجھ سے آگے

تھے؟ میں جنت میں جب بھی داخل ہوا تو میں نے اپنے آگے تمہارے (قدموں) کی آہٹ سنی۔ میں رات کو (بھی خواب میں) جنت میں داخل ہوا تو میں نے اپنے آگے آپ کی آہٹ سنی!'' تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میں نے جب بھی اذان دی تو (اس کے بعد) دو رکعات (نفل) نماز ادا کی، اور میرا جب بھی وضو ٹوٹا تو میں نے وضو کیا اور میں نے یہ سمجھا کہ اللہ کے لیے مجھ پر دو رکعتیں ہیں، تو میں نے (وضو کے بعد) دو رکعات نماز ادا کی۔ (یہ سن کر) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''انہی اعمال کی وجہ سے (تو آپ کو یہ مقام حاصل ہوا ہے)۔''

سنن الترمذی:

وَمَعْنَى هَذَا الحَدِيثِ: إِنِّي دَخَلْتُ البَارِحَةَ الجَنَّةَ يَعْنِي: رَأَيْتُ فِي المَنَامِ كَأَنِّي دَخَلْتُ الجَنَّةَ، هَكَذَا رُوِيَ فِي بَعْضِ الحَدِيثِ، وَيُرْوَى عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ قَالَ: رُؤْيَا الْأَنْبِيَاءِ وَحْيٌ. (حديث: ٣٦٨٩)

اس مضمون کی احادیث ''صحیح مسلم، سنن الترمذی، مسند احمد، صحیح ابن حبان، صحیح ابن خزیمہ، مصنف ابن ابی شیبہ، شعب الایمان، مستدرک حاکم'' اور دیگر کتب میں بھی موجود ہیں۔ یہ تمام روایات معتبر ہیں جن سے تحیۃ الوضو نماز کی بہت بڑی فضیلت معلوم ہوتی ہے، اس لیے ہر مسلمان کو اس کا اہتمام کرنا چاہیے کہ یہ مختصر وقت میں بہت زیادہ اجر و ثواب اور فضائل کے حصول کا ذریعہ ہے۔

تحِیَّةُ الوضو کی رکعات:

تحیۃ الوضو کی کم از کم دو رکعات ہیں جیسا کہ ماقبل کی احادیث سے بخوبی ثابت ہوتا ہے۔ (رد المحتار)

تحِیَّةُ الوضو کا وقت:

جب بھی وضو کیا جائے اور مکروہ وقت نہ ہو تو یہ نماز ادا کی جاسکتی ہے۔

تحیّۃُ الوضو سے متعلق چند مسائل:

① تحیّۃُ الوضو مکروہ اوقات میں ادا کرنا جائز نہیں، بلکہ صرف انھی اوقات میں ادا کرنا جائز ہے جن میں نفل نماز ادا کرنا جائز ہے۔

② تحیّۃُ الوضو صرف وضو کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ جس طرح وضو کے بعد اس نفل نماز کی فضیلت ہے اسی طرح غسل کرنے کے بعد بھی اس نفل نماز کی یہی فضیلت ہے۔

③ بہتر یہی ہے کہ وضو یا غسل کرنے کے بعد جتنی جلدی ہوسکے تحیۃ الوضو نماز ادا کرلی جائے اور بہتر یہی ہے کہ اعضا خشک ہونے سے پہلے ہی ادا کرلی جائے، البتہ اگر کسی وجہ سے تاخیر ہوجائے تب بھی یہ نماز ادا کرنا درست ہے۔

④ تحیۃ الوضو کو مستقل طور پر ادا کرنا زیادہ بہتر ہے کہ اسی کی نیت سے دو رکعات نفل نماز ادا کی جائے، لیکن اگر فرصت نہ ہونے یا کسی اور وجہ سے فرض نماز، سنت نماز یا تحیۃ المسجد نماز کے ساتھ اس کی بھی نیت کرلی جائے تب بھی اس کی فضیلت حاصل ہوگی ان شاء اللہ۔

⑤ تحیۃ الوضو کا وہی طریقہ ہے جو عام نفل نماز کا ہے، اسی طرح اس کے لیے کوئی سورت مخصوص اور لازم نہیں، بلکہ اس میں کوئی بھی سورت پڑھی جاسکتی ہے، البتہ بعض فقہائے کرام نے پہلی رکعت میں سورۃ الکافرون اور دوسری رکعت میں سورۃ الاخلاص پڑھنے کو بہتر قرار دیا ہے۔

دانائی اور مردم شناسی

آنحضرت ﷺ نے فرمایا مومن کی فراست اور مردم شناسی سے ڈرتے رہو کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے۔ (ترمذی شریف)

فراست ایسی مردم شناسی کو کہتے ہیں جس کی وجہ سے آدمی سچے اور منافق میں تمیز کرلیتا ہے اور بدخواہ و لالچی اور مخلص و خائن کا امتیاز کرلیتا ہے لہٰذا کسی صالح مومن کو اس کی سادہ لوحی کی بناء پر بے وقوف سمجھنا خود سب سے بڑی بے وقوفی ہوگی۔

فہرست پہ جائیے

ایثار و ہمدردی کا ایک انوکھا واقعہ

ابن الحسن عباسی

ایثار و ہمدردی یعنی دوسرے کو اپنے اوپر ترجیح دینا اور دوسرے کے غم اور دکھ درد میں شریک ہونا اسلام کی معاشرتی تعلیمات میں سے ہے، معاشرہ کے اجتماعی نظام کے استحکام اور بقاء میں اس کا بڑا عمل دخل ہوتا ہے، اسلامی معاشرہ کی تاریخ میں اسلام کی تعلیم ایثار و ہمدردی کے بڑے عجیب واقعات ملتے ہیں ان میں سے ایک واقعہ وہ ہے جو خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب ”تاریخ بغداد“ میں امام واقدی کے حالات میں لکھا ہے:

واقدی کا بیان ہے کہا ایک مرتبہ مجھے بڑی مالی پریشانی کا سامنا کرنا پڑا، فاقوں تک نوبت پہنچی، گھر سے اطلاع آئی کہ عید کی آمد آمد ہے اور گھر میں کچھ نہیں، بڑے تو صبر کر لیں گے، لیکن بچے مفلسی کی عید کیسے گزاریں گے؟ یہ سن کر میں اپنے ایک تاجر دوست کے پاس قرض لینے گیا، وہ مجھے دیکھتے ہی سمجھ گیا اور بارہ سو درہم کی سر بمہر ایک تھیلی میرے ہاتھ تھما دی، میں گھر آیا، ابھی بیٹھا ہی تھا کہ میرا ایک ہاشمی دوست آیا، اس کے گھر بھی افلاس و غربت نے ڈیرہ ڈالا تھا، وہ قرض رقم چاہتا تھا، میں گھر جا کر اہلیہ کو قصہ سنایا، کہنے لگی، ”کتنی رقم دینے کا ارادہ ہے؟“ میں نے کہا، ”تھیلی کی رقم نصف نصف تقسیم کر لیں گے، اس طرح دونوں کا کام چل جائے گا“ کہنے لگی، ”بڑی عجیب بات ہے، آپ ایک عام آدمی کے پاس گئے، اس نے آپ کو بارہ سو درہم دیئے اور آپ اسے ایک عام آدمی کے عطیہ کا نصف دے رہے ہیں، آپ اسے پوری تھیلی دے دیں“ چنانچہ میں نے وہ تھیلی کھولے بغیر سر بمہر اس کے حوالہ کر دی، وہ تھیلی لے کر گھر پہنچا تو میرا تاجر دوست اس کے پاس گیا، کہا، ”عید کی آمد آمد ہے، گھر میں کچھ نہیں، کچھ رقم قرض چاہیئے“ ہاشمی دوست نے وہی تھیلی سر بمہر اس کے حوالہ کر دی، اپنی ہی تھیلی اسی طرح سر بمہر دیکھ کر اسے بڑی حیرت ہوئی کہ یہ ماجرا کیا ہے؟ وہ تھیلی ہاشمی دوست کے ہاں چھوڑ کر میرے پاس آیا، میں نے اسے پورا قصہ سنایا، درحقیقت

فہرست پہ جائیے

تاجر دوست کے پاس بھی اس تھیلی کے علاوہ کچھ نہیں تھا وہ سارا مجھے دے گیا تھا، اور خود قرض لینے ہاشمی کے پاس چلا گیا، ہاشمی نے جب وہ حوالہ کرنا چاہا تو راز کھل گیا۔

ایثار و ہمدردی کے اس انوکھے واقعہ کی اطلاع جب وزیر یحیی بن خالد کے پاس پہنچی تو وہ دس ہزار دینار لے کر آئے، کہنے لگے، ''ان میں دو ہزار آپ کے، دو ہزار آپ کے ہاشمی دوست کے، دو ہزار آپ کے تاجر دوست کے اور چار ہزار آپ کی اہلیہ کے ہیں کیونکہ وہ تو سب میں زیادہ قابل قدر اور لائق اعزاز ہیں۔''

(تاریخ بغداد، ج:۳،ص:۲)

نرم مزاجی اور ہر دل عزیزی

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو لوگ ایمان والے ہیں بہت کہنا ماننے والے ہیں اور نہایت نرم خو ہوتے ہیں جیسے نکیل پڑا اونٹ جدھر اس کو گھسیٹا جائے چلا جائے اور اگر اس کو کسی پتھر پر بٹھا دیا جائے تو وہیں بیٹھ جائے۔ (ترمذی شریف)

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے

اسلام کا مزاج خود نرم ہے اور اسی کے قلب میں اچھی طرح سرایت کرتا ہے جو نرم خو ہوتا ہے۔

قرآن میں اسی مخصوص صفت کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے۔

اور خدائے رحمٰن کے خاص بندے تو وہ ہیں جو زمین پر فروتنی کے ساتھ چلیں اور جب جاہل ان سے جہالت کی باتیں کرنے لگے تو ان کو سلام کر کے الگ ہو جائیں۔

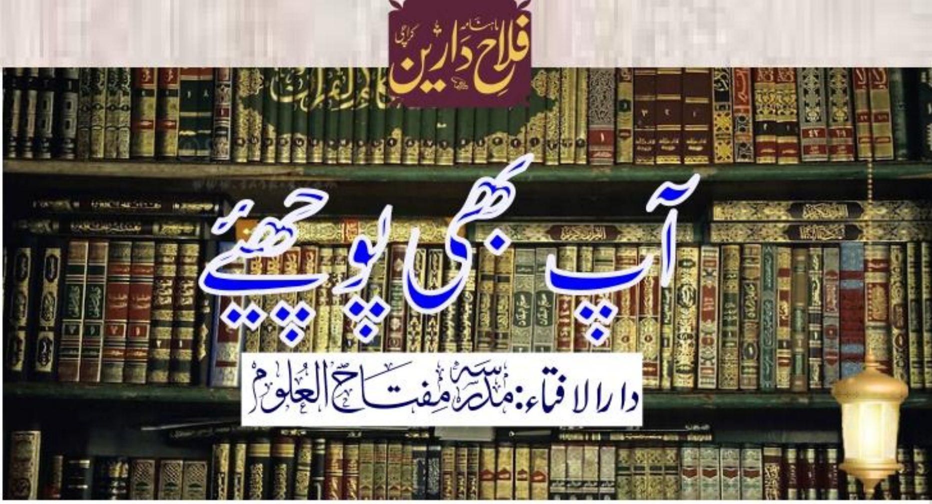

سوال: محرم کی کس تاریخ کو عاشوراء کہتے ہیں؟ اور عاشوراء کے کیا معنی ہیں؟

جواب: محرم کی دس تاریخ کو عاشوراء کہتے ہیں۔ عاشوراء کے معنی ہیں دس دن۔

سوال: عاشوراء کے دن کے مقدس ہونے کی صحیح اور غلط وجہ کیا ہے؟

جواب: بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ عاشوراء کے دن کی فضیلت کی وجہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت ہے، یہ بات صحیح نہیں۔ صحیح بات یہ ہے کہ یہ دن بذات خود فضیلت والا ہے:

① خود حضور اقدس ﷺ کے عہد مبارک میں عاشوراء کا دن مقدس دن سمجھا جاتا تھا۔

② آپ ﷺ نے اس کے بارے میں احکام بیان فرمائے تھے۔

③ قرآن کریم نے بھی اس کی حرمت وعظمت کا اعلان فرمایا تھا۔

④ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ تو حضور اقدس ﷺ کی وفات کے تقریباً ۵۰ سال کے بعد پیش آیا لہٰذا یہ بات درست نہیں کہ عاشوراء کی حرمت اس واقعہ کی وجہ سے ہے بلکہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا اس روز واقع ہونا یہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی مزید فضیلت کی دلیل ہے۔

سوال: ماہ محرم میں کن اعمال کا اہتمام کرنا چاہئے؟

جواب: ① نوافل کی کثرت، فرائض اور گناہوں سے بچنے کا خصوصی اہتمام کرنا چاہئے۔

② روزے رکھنے چاہئیں۔

③ ۱۰ محرم کے دن اہل وعیال پر وسعت کرنی چاہئے۔

سوال: محرم میں نوافل کی کثرت، فرائض اور گناہوں سے بچنے کا خصوصی اہتمام کرنے کی کیا وجہ ہے؟

جواب: محرم عظمت وفضیلت والا مہینہ ہے اور عظمت وفضیلت والے مہینوں میں عبادت کا ثواب زیادہ ملتا ہے۔

ایسے ہی محرم کا مہینہ احترام والا مہینہ ہے اور احترام کا تقاضا یہ ہے کہ اس ماہ میں گناہوں سے بچنے کا خصوصی اہتمام کیا جائے۔ نیز حرمت والے مہینوں کا خاصہ یہ ہے کہ ان میں جو شخص کوئی عبادت کرتا ہے اس کو بقیہ مہینوں میں بھی عبادت کی توفیق اور ہمت ہوتی ہے۔ اسی طرح جو شخص کوشش کرکے ان مہینوں میں اپنے آپ کو گناہوں اور برے کاموں سے بچالے تو باقی سال کے مہینوں میں اس کو ان برائیوں سے بچنا آسان ہو جاتا ہے۔

سوال: کیا عاشوراء (۱۰ محرم) کے روزہ کے ساتھ نویں کی بجائے گیارہویں تاریخ کا روزہ رکھا جاسکتا ہے؟

جواب: جی ہاں! ایسا بھی کیا جاسکتا ہے اس میں کوئی حرج نہیں، یہ بھی ثابت ہے۔

سوال: بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ ۱۰ محرم کے دن اہل وعیال پر وسعت کی جو احادیث ہیں وہ سب باطل یا موضوع ہیں۔ سلف کے دور میں اس عمل کا کوئی وجود نہیں تھا۔ کیا یہ بات صحیح ہے؟

جواب: یہ بات صحیح نہیں ہے۔ بڑے بڑے محدثین نے دس محرم کے دن اہل وعیال پر وسعت کرنے کی احادیث کو درست قرار دیا ہے۔

سوال: عاشوراء (10 محرم) کے روزے کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: ① حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نہیں دیکھا کہ آپ کسی فضیلت والے دن کے روزے کا بہت زیادہ اہتمام اور فکر کرتے ہوں، سوائے اس دن یوم عاشورہ کے سوائے اس ماہ مبارک رمضان کے۔

② حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ چار چیزیں ایسی ہیں جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کبھی نہیں چھوڑتے تھے۔

۱۔ عاشوراء کا روزہ ۲۔ عشرۂ ذی الحجہ (یکم ذی الحجہ سے نویں ذی الحجہ تک) کے روزے ۳۔ ہر مہینے کے تین روزے ٤۔ فجر سے پہلے کی دو رکعتیں۔

اَلْوَاسِعُ جَلَّ جَلَالُہٗ (وسعت وکشادگی والا)

عائشہ مجیب

گوشۂ اطفال

امام خطابی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"اَلْـوَاسِعُ جَلَّ جَلَالُہٗ وہ غنی ذات ہے جس کی سخاوت اس کے محتاج بندوں کے لئے کافی ہے اور اس کا رزق تمام مخلوقات کے لئے وسیع ہے۔" (شان الدعاء)

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"اَلْـوَاسِعُ جَلَّ جَلَالُہٗ وہ ذات ہے جو بڑی بزرگی، شان دار بادشاہت، عظیم سلطنت کا مالک، بہت زیادہ فضل اور احسان کرنے والا ہے، اس کے ساتھ ساتھ بہت زیادہ کریم اور سخی بھی ہے۔" (تیسیر الکریم)

اللہ تعالیٰ، اَلْـوَاسِعُ جَلَّ جَلَالُہٗ، یعنی اللہ تعالیٰ کی سخاوت کی کشادگی کائنات کی ہر شے کے لئے ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی وسعت ہر شے پر ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل اور رحمت کو پھیلانے والے ہیں۔ دنیا کا ہر شخص انہی کے فضل کا محتاج ہے۔ اللہ تعالیٰ وسیع علم والے ہیں، ہر شے ان کے علم میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی وسعت کی کوئی حد نہیں۔ یہ ہر سو پھیلی ہوئی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شمار کیا جائے تو یہ ہرگز ممکن ہی نہیں۔ اگر یہ دیکھا جائے کہ اللہ تعالیٰ کتنا رزق بانٹتے ہیں تو یہ بھی ممکن نہیں۔

پیارے بچو! اللہ تعالیٰ کا یہ اسم مبارک قرآن کریم میں 9 مرتبہ آیا ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں: "اس کا علم آسمانوں اور زمین سے فراخی میں بہت زیادہ ہے۔" (البقرۃ:255)

سائنسی تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ کائنات ہر لمحہ پھیل رہی ہے۔ اسپیس، یعنی خلا میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ کسی کو معلوم نہیں کہ کائنات کہاں تک پھیلے گی، مگر یقیناً اللہ تعالیٰ کو اس کی حد معلوم ہے۔ ہر شے کی حد مقرر ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔

پیارے بچو! اللہ تعالیٰ کے اس نام مبارک سے اپنا تعلق مضبوط کرنے کے لئے ہمیں اپنے دینی معاملات اور اخلاقیات میں بہتری کی جانب وسعت پیدا کرنی ہوگی۔ ہم اپنے اخلاق اتنے اچھے کریں کہ سب ہمیں اللہ تعالیٰ کا بندہ سمجھیں۔ دینی معاملات کو جانیں اور دین کا علم حاصل کریں۔ اپنے طرزِ عمل سے دنیا کو بتا دیں کہ ہم مسلمان ہیں، اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں۔

پیارے بچو! دنیا میں امن، رزق، شفا، زندگی، صحت، روزی، خیر و عافیت، یہ سب اَلْوَاسِعُ جل جلالہ کے فضل کی وسعت کی ہی وجہ سے ہے، اس لئے ہم اپنی ہر حاجت اور ضرورت کے لئے صرف اللہ تعالیٰ کا در ہی کھٹکھٹایا کریں۔ صرف وہی ہے جو سب کو پال سکتا ہے۔ سب کی ضرورت پوری کرنے والا صرف اَلْوَاسِعُ جل جلالہ ہی ہیں۔

مسجد کی اہمیت

حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک جماعت کی شکل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہم سب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلام کی بیعت کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نماز پڑھی اور پھر یہ بھی عرض کر دیا کہ ہماری سرزمین پر ہمارا ایک گرجا بنا ہوا ہے (اس کا کیا کریں) اس کے بعد ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا بچا ہوا پانی مانگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی منگایا اور وضو کیا اور (وضو کے بعد بقیہ پانی سے) کلی کی اور اس کلی کا پانی ہماری چھاگل میں ڈال دیا اور فرمایا کہ جاؤ! اور جب تم اپنے ملک پہنچو تو اس گرجا کو توڑ کر اس کی جگہ یہ پانی چھڑک دینا (تاکہ دین اسلام کے انوارات و برکات وہاں پھیل جائیں) اور پھر وہاں مسجد بنا لینا'' ہم نے عرض کیا کہ ہمارا شہر تو بہت دور ہے اور گرمی بہت سخت ہے لہذا یہ وہاں پہنچتے پہنچتے خشک ہو جائے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس میں اور پانی ملا لینا اس سے اس کی پاکیزگی اور برکت میں ہی اضافہ ہوگا۔

فائدہ: اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ جہاں مسلمان رہتے ہوں انہیں وہاں مسجد بنانے کی فکر کرنی چاہیے۔

تعلیم الاسلام

کفیل احمد عبد الرحمن

Q: The Quran says:

وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ ۝ (Surah Fatir:24)

And there was no community without a warner having passed among them. (The Nobel Quran)

On another place, it says:

وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ۝ (Surah Ar-Ra'd: 7)

And for every people there is a guide. (The Nobel Quran)

The verses imply that some messenger or the other has been sent by Allah Taala to every people or community. If so, were any prophet sent in India also?

Ans: Yes, the foregoing verses do affirm that Allah Taala has sent some warner or guide to every people. It is, therefore, quite likely that some prophets were sent down in India also.

سوال: کیا یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہندوؤں کے پیشوا جیسے کرشن جی اور رام چندر جی وغیرہ خدا کے پیغمبر تھے؟

جواب: نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ پیغمبری ایک خاص عہدہ تھا، جو خدا تعالیٰ کی طرف سے اس کے برگزیدہ اور خاص بندوں کو عطا فرمایا جاتا تھا۔ تو جب تک شریعت سے یہ بات معلوم نہ ہو کہ یہ خاص عہدہ خدا تعالیٰ نے فلاں شخص کو عطا فرمایا تھا، اس وقت تک ہم بھی نہیں کہہ سکتے کہ وہ خدا کا نبی تھا۔ اگر ہم نے بلا دلیل شرعی صرف اپنی رائے سے کسی شخص کو پیغمبر سمجھ لیا اور فی الواقع وہ پیغمبر نہیں تھا تو خدا تعالیٰ کے حضور میں ہم سے اس غلط عقیدے کا

مواخذہ ہوگا۔

یوں سمجھو کہ اگر تم صرف اپنے خیال سے کسی شخص کو سمجھ لو کہ وہ بادشاہ کا نائب یعنی گورنر جنرل ہے اور وہ فی الواقع گورنر جنرل نہ ہو تو تم حکومت کے نزدیک مجرم ہوگے کہ ایک ایسے شخص کو جسے بادشاہ نے گورنر جنرل نہیں بنایا ہے، تم نے گورنر جنرل مان کر بادشاہ کی طرف ایک غلط بات کی نسبت کی۔

پس گزشتہ لوگوں میں سے ہم خاص طور پر انہیں بزرگوں کو پیغمبر کہہ سکتے ہیں جن کا پیغمبر ہونا شریعت سے ثابت ہو، اور قرآن مجید یا حدیث شریف میں ان کو پیغمبر بتایا گیا ہو۔

ہندوؤں یا اور قوموں کے پیشواؤں کے متعلق ہم زیادہ سے زیادہ اس قدر کہہ سکتے ہیں کہ اگر ان کے عقائد اور اعمال درست ہوں، اور ان کی تعلیم آسمانی تعلیم کے خلاف نہ ہو اور انہوں نے خلق خدا کی ہدایت اور رہنمائی کا کام بھی کیا ہو تو ممکن ہے کہ وہ نبی ہوں، مگر یہ کہنا کہ وہ نبی تھے، یقیناً بے دلیل بات اور اٹکل کا تیر ہے۔

کس چیز کی پیداوار کس ملک میں سب سے زیادہ ہے

اشیاء	ملک	اشیاء	ملک
ربڑ	ملائیشیاء	چاول	چین
اون	آسٹریلیا	چائے	بھارت
جنگلات	روس	پٹ سن	بھارت
چقندر	روس	کوئلہ	چین
کپاس	چین	گنا	برازیل
لوہا	روس	چاندی	میکسیکو

سچی خوشیاں

محمد عطاء اللہ کاشف

میں نے جب سے ہوش سنبھالا اپنے گھر کو اور گھر والوں کو لگے بندھے ضابطوں اور طریقوں کے اندر جکڑا ہوا پایا، ہر ایک مشینی انداز میں اپنے اپنے کاموں میں مصروف رہتا تھا، ابو ایک کامیاب بزنس مین تھے، شہر کے مانے ہوئے تاجروں میں ان کا شمار ہوتا تھا، باجی کالج میں پڑھ رہی تھیں۔ امی ایک اسکول میں ٹیچر ہونے کے علاوہ ایک کامیاب سوشل ورکر بھی تھیں۔ فلاحی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی تھیں۔ آئے روز بڑے بڑے جلسوں میں ان کی تقریریں ہوتی تھیں۔

میں یعنی ساجد آٹھویں کلاس میں زیرِ تعلیم تھا۔ صبح ناشتے کی میز پر سب کی ایک دوسرے سے سرسری ملاقات ہوتی تھی، پھر سب اپنے اپنے کاموں کی طرف روانہ ہو جاتے تھے، کوئی بیمار ہوتا تو سرسری طور پر تیمارداری ہو جاتی، کھانا پکانے اور صفائی ستھرائی اور دوسرے امور کے لئے ملازمین کی ایک فوج موجود تھی، میں شروع سے ہی کچھ حساس طبیعت کا مالک تھا، میں چھوٹی چھوٹی بات کو محسوس کرتا تھا اور اس سوچ میں گم رہتا تھا یہ گھر والے آپس میں مل جل کر رہیں، ایک دوسرے کے دکھ سکھ بانٹیں، ایک دوسرے سے ہنسی مذاق کریں، ابو جی کبھی ہمیں ساتھ گھمانے پھرانے لے جائیں، ہماری تعلیم کی رپورٹ طلب کریں، ہمارے اوپر شفقت کا مظاہرہ کریں۔ وغیرہ وغیرہ اور امی جان سے ہم لاڈ کریں، اپنی خواہش پوری کرائیں، کبھی ضد کریں، کبھی ڈانٹ کھائیں وغیرہ وغیرہ لیکن اس کے برخلاف ابو جان کو اپنے کاروباری معاملات سے فرصت نہیں ہوتی تھی، ان کے ساتھ ہماری ملاقات بس ناشتے کی میز پر ہوتی تھی، اس کے علاوہ باقی ٹائم وہ فیکٹری میں گزارتے تھے اور رات گئے گھر واپس آتے تھے، اسی طرح امی جان کی حالت بھی اس سے کچھ مختلف نہ تھی۔

فہرست پہ جائیے

اگر مجھے یا میری باجی کو کسی چیز کی ضرورت ہوتی یا شاپنگ وغیرہ کرنی ہوتی تو ڈرائیور اور نوکر گاڑی پر ساتھ لے جاتے اور لا دیتے تھے، پہلے تو میں اندر اندر کڑھتا رہا پھر آہستہ آہستہ دبے لفظوں میں امی اور ابو جان سے شکوہ شکایت وغیرہ بھی کرتا تھا لیکن ان کے کان پر جوں تک نہ رینگتی تھی، ان باتوں کو محسوس کرنے کی وجہ سے میری طبیعت میں کافی چڑچڑاپن آ گیا تھا، بات بات پر ہر کسی سے جھگڑ پڑتا، کبھی کسی کی پٹائی کر دیتا تھا، پورے اسکول کے اندر میرا صرف ایک دوست تھا جس کا نام حامد تھا وہ ہماری کوٹھی سے دو گلیاں پیچھے ایک چھوٹے سے مکان میں رہتا تھا، اس کے والد صاحب کسی فیکٹری میں معمولی کلرک تھے اور کافی غریب لوگ تھے لیکن غریب ہونے کے باوجود حامد مجھے بہت اچھا لگتا تھا اور ہماری دوستی بہت مضبوط ہوگئی تھی میں اکثر اس کو اپنے گھر آنے کا کہتا تھا مگر وہ ڈر کے مارے نہ آتا تھا، آخر کار ایک دن میں نے اسے دوستی توڑنے کی دھمکی دی تو وہ مجبوراً میرے گھر آ ہی گیا۔ اس نے سادہ کپڑے پہنے ہوئے تھے اور پاؤں میں ایک سستی سی چپل تھی، میں اس کو بیٹھک میں بٹھا کر خانساماں کو چائے کا کہنے کے لئے گیا تو برآمدے میں امی بڑی غصے کی حالت میں مجھے گھور رہی تھیں۔ میں نے ڈرتے ڈرتے غصہ ہونے کی وجہ پوچھی، امی غصے سے پھٹ پڑیں تمہیں شرم نہیں آتی اپنے سے کمتر درجے والے لوگوں کے ساتھ دوستی لگاتے ہو، کیا تمہیں اپنے اسٹینڈرڈ کا کوئی لڑکا نہیں ملتا جس کو تم دوست بنا سکو، یہ غریب لوگ تو لالچی ہوتے ہیں، ضرور اس کی نظر تمہارے مال پر ہوگی، وہ صرف تمہاری دولت کی وجہ سے تمہارا دوست بنا ہوگا۔ امی نے بڑے غصیلے انداز سے اپنی بات پوری کی اور پاؤں پٹختی ہوئی واپس چلی گئیں، میں اپنی جگہ پر حیران اور پریشان بت بنا کھڑا تھا، میرے ذہن میں امی کی وہ بڑی بڑی تقریریں گونج رہی تھیں جو وہ اکثر جلسوں میں غریبوں کے حق میں کیا کرتی تھیں اور وہ بڑے بڑے تحائف میری نظروں کے گرد گھومنے لگے جو وہ کھٹا کھٹ کیمروں کی روشنیوں میں تقسیم کرتی ہوئی نظر آتی تھیں۔ امی کے ظاہر اور باطن کے فرق کو دیکھ کر میرا دل بہت رویا، میں نے جیسے تیسے اپنے دوست کو رخصت کیا پھر اس کے بعد میں اپنے کمرے میں دھاڑیں مار مار کر بہت دیر تک روتا رہا، اس واقعہ کے بعد تو مجھے وہ اپنا گھر بالکل اجنبی محسوس ہونے لگا اور میری بے چینی اور گھٹن میں روز بروز اضافہ ہونے لگا، ان حالات میں اللہ نے میرے دل میں اپنی رحمت ڈالی تو میں نے باقاعدہ نمازیں

پڑھنا شروع کردیں اور پانچ وقت مسجد میں پابندی کے ساتھ آنا شروع کردیا، مسجد کے امام صاحب میرے ساتھ بہت شفقت فرمایا کرتے تھے، میں نے عصر کے بعد ان کے درس میں بیٹھنا شروع کردیا جب میں نماز پڑھتا تھا یا مولوی صاحب کے درس میں بیٹھتا تھا تو مجھے عجیب قسم کا اطمینان حاصل ہوتا تھا میری بے چینی اور گھٹن رفو چکر ہو جاتی تھی لیکن جب میں گھر واپس آتا تو دوبارہ مجھے بے چینی اور عجیب سی گھبراہٹ محسوس ہونا شروع ہو جاتی تھی، آخر کار ایک دن ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس نے بالکل میری دنیا ہی بدل دی، ایک دفعہ رات کے پچھلے پہر پیاس کی وجہ سے میری آنکھ کھلی، میں پانی پینے کیلئے باہر آیا تو میں نے دیکھا کہ بیٹھک کی بتی جل رہی تھی اور وہاں سے کچھ لوگوں کے بولنے کی آوازیں آرہی تھیں میں بے اختیار بیٹھک کی طرف بڑھا اور دروازے سے کان لگا دیئے، اندر ابو کے ساتھ دو اور آدمیوں کے بولنے کی آوازیں آرہی تھیں، میں جیسے جیسے ان کی گفتگو سنتا گیا میرے رونگٹے کھڑے ہوتے گئے، ان کی باتوں سے مجھ پر اس حقیقت کا انکشاف ہوا کہ میرے ابو جعلی ادویات کے بہت بڑے سپلائر تھے اور جعلی ادویات کو اصلی لیبل کے ساتھ فروخت کرتے تھے، میرے ذہن کے اندر وہ سینکڑوں لوگوں کی لاشیں گھومنے لگیں جو نقلی ادویات کی بھینٹ چڑھ جاتے تھے اور اخباروں میں کم و بیش روزانہ ہی ان کی خبریں آتی تھیں، میں نے پسینے سے شرابور ہو کر اپنے کمرے کی طرف دوڑ لگا دی اور بستر پر گر کر زار و قطار رونے لگا، مجھے اپنے آپ سے گھن آنے لگی تھی۔ اگلے دن میں نے ایک خط لکھ کر اپنے سرہانے رکھا اور اپنے گھر کو ہمیشہ کے لئے خیر آباد کہہ کر مولوی صاحب کے پاس چلا آیا اور ان کے قدموں میں گر کر ان کو ساری صورتحال بتا دی اور انہیں کہا کہ میں ہمیشہ کے لئے گھر چھوڑ کر آیا ہوں، مولوی صاحب نے مجھے گلے سے لگا لیا اور پھر راتوں رات گاؤں میں اپنے گھر پہنچا دیا۔

اب مولوی صاحب میرے باپ تھے اور ان کی اہلیہ میری ماں چونکہ ان کی کوئی اولاد نہیں تھی اس لئے انہوں نے مجھے اپنا اکلوتا بیٹا بنا لیا، یہاں آکر مجھے اتنا پیار محبت اور توجہ ملی کہ مجھے تو یوں محسوس ہونے لگا کہ میرا اصلی گھر یہی تھا اس سے پہلے میں نے زندگی کا جتنا عرصہ گزارا وہ ایک عالیشان ہوسٹل میں گزارا تھا۔ مولوی صاحب نے مجھے ایک مدرسہ میں داخل کروا دیا اور الحمدللہ اللہ کے فضل سے میں عالم بن گیا لیکن کبھی کبھی ایک کسک دل میں اٹھتی تھی اور دل کو پریشان کر دیتی تھی،

کچھ عرصہ بعد مولوی صاحب جب ایک دن اچانک گاؤں میں آئے تو ان کے ساتھ میری حقیقی ماں اور باجی بھی تھیں، پہلے تو میں ان کو دیکھ کر حیران و پریشان رہ گیا پھر مولوی صاحب نے مجھے بتایا کہ تمہارے ابو گرفتار ہو گئے ہیں اور ان کی تمام جائیداد ضبط ہو گئی ہے اس لئے میں ان کو لے کر یہاں آ گیا ہوں۔ میری ماں نے آگے بڑھ کر بڑے والہانہ انداز میں مجھے گلے لگا لیا اور اپنے گزشتہ رویہ پر مجھ سے معافی مانگی، اب میں نے گاؤں میں ایک چھوٹا سا مکان کرائے پر لے لیا، میری ماں اور باجی میرے ساتھ رہتے ہیں اور میں گاؤں کے بچوں کو مدرسہ میں دینی تعلیم دیتا ہوں۔ اب بے چینی اور گھبراہٹ کی جگہ اطمینان اور سکون نے میرے دل میں جگہ لے لی ہے اور مجھے پاکیزہ رشتوں کی تمام خوشیاں نصیب ہو گئی ہیں۔

گناہ

- ☆ بدترین وہ شخص ہے جو توبہ کی امید پر گناہ کرتا ہے۔
- ☆ بڑا گناہ یہ ہے کہ تم وہ بات کہو جو تم خود نہیں کرتے۔
- ☆ حرام کھانے والے کے تمام اعضاء گناہ میں پڑ جاتے ہیں۔
- ☆ گناہ جوان کا بد ہے لیکن بوڑھے کا بدتر ہے۔
- ☆ گناہ ناسور ہے اگر ترک نہ کرو گے تو برابر بڑھتا رہے گا۔
- ☆ جو گناہ غرور اور تکبر کی وجہ سے کیا جائے اس کی بخشش کی امید نہ رکھو۔
- ☆ اللہ سب گناہوں کو معاف کر دیتا ہے سوائے شرک کے۔
- ☆ حرام کھانا ایسا گناہ ہے کہ دعا بھی قبول نہیں ہوتی۔
- ☆ گناہوں پر اصرار دل کو سخت کرتا ہے اور روحانی ترقی سے محرومی کا باعث بنتا ہے۔
- ☆ گناہ کرنے میں صرف کیا گیا وقت اچھے کاموں کیلئے ضائع ہونے والا وقت ہے۔
- ☆ گناہ کرنے سے دل پر ایک سیاہ دھبا لگ جاتا ہے۔
- ☆ گناہ کرنے سے رزق میں کمی ہوتی ہے۔

گھوڑے کا سودا

فریال یاور

ٹک ٹک ٹک !!! ایک صحت مند خوبصورت گھوڑا بڑے نازک انداز سے چلتا چلا جار ہا ہے۔ سوار ابھی کچھ دیر ہی دور گیا تھا کہ سامنے سے ایک نورانی صورت شخص کا گزر ہوا انہوں نے گھڑ سوار سے بہت نرم لہجے میں سوال کیا۔ کیوں بھائی تم یہ گھوڑا میرے ہاتھ فروخت کرو گے؟ گھڑ سوار نے قیمت بتائی۔ نورانی صورت والے شخص نے ہامی بھرلی مگر مشکل یہ تھی کہ قیمت پاس نہ تھی لہٰذا گھڑ سوار سے گھر تک ساتھ چلنے کو کہا تا کہ اسے گھوڑے کی رقم دی جا سکے اور خود بھی تیز قدموں گھر کی طرف روانہ ہوئے مگر وہ گھڑ سوار آہستہ آہستہ چلنے لگا۔ آگے چل کر گھڑ سوار کو چند لوگ اور بھی ملے جنہوں نے اس سے گھوڑا خریدنے کی بات کی اب تو گھڑ سوار کو لالچ ہوئی اور اس نے جو قیمت پہلے خریدار کو بتائی تھی اس سے کہیں قیمت ان نئے خریداروں کو زیادہ بتائی اور ان میں سے کئی لوگ اس قیمت پر تیار ہو گئے۔ نورانی صورت والے صاحب چونکہ تیز تیز چل رہے تھے اس لئے وہ گھڑ سوار سے آگے نکل گئے اور انہیں یہ بھی پتہ نہ چل سکا کہ گھڑ سوار گھوڑا بیچنے کے بعد بھی دوسروں سے گھوڑا فروخت کرنے کی بات کر رہا ہے۔ گھڑ سوار نے چالاکی سے نورانی صورت والے صاحب کو زور سے آواز دی۔ ”آپ یہ گھوڑا خریدتے ہیں یا نہیں۔ میں یہ گھوڑا دوسرے کے ہاتھ بیچتا ہوں۔“ خریدار نے جب یہ سنا تو کچھ دیر کے لئے رک گئے تا کہ گھڑ سوار اس کے قریب آ جائے کچھ دیر میں گھڑ سوار ان صاحب کے نزدیک آ گیا تو ان صاحب نے گھوڑے والے سے کہا ”تم تو یہ گھوڑا میرے ہاتھ بیچ چکے ہو۔“ مگر گھوڑے والے کے دل میں لالچ آ چکی تھی اس لئے اس نے اس سودے سے صاف انکار کر دیا۔

خریدنے والے صاحب نے کئی بار اصرار کیا کہ ”تو اسے میرے ہاتھ بیچ چکا ہے“ مگر گھوڑے والے پر تو لالچ سوار تھی۔ اس لئے وہ برابر انکار کرتا رہا۔ اس دوران ایک ایک کر کے

لوگ جمع ہونے لگے اور ایک بڑا مجمع اکٹھا ہوگیا۔ گھوڑے والے نے جس وقت ان صاحب سے سودا کیا تھا اس وقت گھوڑے والے اور ان صاحب کے علاوہ کوئی تیسرا شخص نہیں تھا اور گھوڑے والا اس بات کا پورا پورا فائدہ اٹھا رہا تھا۔ اب اس نے ایک اور چالاکی کی اور مجمع کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ان صاحب سے کہا کہ اچھا اگر آپ اپنے قول کو سچ مانتے ہیں تو کوئی گواہ لائیں۔ اس مجمع میں بہت سے لوگ خریدار کو بہت اچھی طرح جانتے تھے اس لئے فوراً بولے کہ یہ صاحب کبھی جھوٹ نہیں کہتے۔ تو کیوں غلط اصرار کر رہا ہے۔ لیکن گھوڑے والا بار بار گواہ مانگے ہی جا رہا تھا۔ اتنے میں مجمع میں ایک شخص داخل ہوا اور اس نے گھوڑے والے کو مخاطب کر کے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو نے یہ گھوڑا ان کے ہاتھ بیچا ہے۔ اس طرح اس گھوڑے کا فیصلہ ہوا۔ گھوڑے کا سودا کرنے والے ہمارے پیارے نبی ﷺ تھے اور اس سودے کی گواہی دینے والے خزیمہ بن ثابت خطمی رضی اللہ عنہ تھے۔

بعد میں آنحضرت ﷺ نے جب حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ ''تم اس وقت موجود نہیں تھے پھر تم نے یہ گواہی کس طرح دی؟'' تو انہوں نے جواب دیا ''اے اللہ کے رسول ﷺ میں آپ ﷺ کی بات کی تصدیق کر رہا ہوں (یعنی چونکہ آپ ﷺ حق بات ہی فرماتے ہیں اس لئے میں نے گواہی دی)۔ ان کا یہ جوش اور ایمان دیکھ کر آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''خزیمہ جس کے حق میں یا خلاف گواہی دیں تو بس ان کی تنہا گواہی کافی ہے یعنی ان کی شہادت دو آدمیوں کی گواہی کے برابر ہے۔ اسی لئے حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ ذوالشہادتین (یعنی دو شہادتوں والے) کے لقب سے مشہور ہوگئے۔

حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کا شمار پیارے نبی ﷺ کے ان ساتھیوں میں ہوتا ہے جو پیارے نبی ﷺ سے بے انتہا محبت کرتے تھے اور پیارے نبی ﷺ کو بھی ان سے بے انتہا محبت تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوعمارہ اور لقب ''ذوالشہادتین'' تھا۔

حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے بہت شریف اور نیک طبیعت عطا کی تھی۔ اس لئے ہمارے پیارے نبی ﷺ کی مدینہ آمد سے پہلے جب حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ دین اسلام کی تبلیغ کے لئے مدینہ آئے تو اوس و خزرج کے بے شمار لوگوں کے ساتھ ساتھ حضرت خزیمہ بن

ثابت رضی اللہ عنہ بھی اسلام کی نعمت سے بہرہ ور ہوئے۔ جب پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو غزوات کا سلسلہ شروع ہوا تو حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ تقریباً تمام غزوات میں ہی پیش پیش رہے۔ اسی طرح فتح مکہ کے موقع پر آپ رضی اللہ عنہ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دس ہزار جانثاروں میں شامل تھے۔

حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کو پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بے انتہا محبت تھی۔ ایک مرتبہ آپ رضی اللہ عنہ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان، گزشتہ شب میں نے خواب میں دیکھا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جبینِ مبارک چوم رہا ہوں۔'' پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کی بات سن کر مسکرانے لگے اور فرمایا ''تم اپنے خواب کی تصدیق کرسکتے ہو۔'' حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ جواب سن کر خوشی سے سرشار ہوگئے اور آگے بڑھ کر انتہائی محبت اور عقیدت سے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جبین پاک چوم لی۔ دیکھنے والوں کو اس وقت حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کی قسمت پر رشک آرہا تھا کہ کاش یہ خواب انہوں نے دیکھا ہوتا۔

پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو لقب (ذوالشہادتین) آپ رضی اللہ عنہ کو عطا کیا وہ بھی اہل اسلام کے لئے بہت بابرکت ثابت ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد جب قرآن پاک کی تمام آیات اور سورتیں ایک جگہ جمع کرکے لکھی جارہی تھیں یعنی ایک باضابطہ کتاب کی صورت میں لکھا جارہا تھا تو اس میں اتنی احتیاط رکھی گئی تھی کہ جب تک ایک ایک آیت تین مختلف لوگوں کے ثبوت کے ساتھ نہیں مل جاتی لکھی نہیں جاتی تھی۔ ایسے میں سورۃ احزاب کی ایک آیت صرف ایک صحابی سے ہی ملی باقی دو شہادتیں کہیں نہیں مل رہی تھیں۔ یہ آیت حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ سے ملی جن کی شہادت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو شہادتوں کے برابر قرار دیا تھا۔

پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد خلفائے راشدین کے دور میں آپ رضی اللہ عنہ کی زندگی کے واقعات نہیں ملتے ہیں لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں آپ رضی اللہ عنہ کے حالات ملتے ہیں۔ ۳۶ھ میں جنگ جمل میں نہایت بہادری سے لڑتے ہوئے حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ نے شہادت پائی۔ آپ رضی اللہ عنہ سے بہت سی احادیث بھی مروی ہیں۔

کتنا اچھا پھل ہے آم

خانزادہ سمیع الوری

کھاتے ہیں سب خاص و عام
اچھا پھل اور سستے دام
کتنا اچھا پھل ہے آم

گودے دار ، رسیلا بھی
ہوتا ہے خوش ذائقہ بھی
کتنا اچھا پھل ہے آم

بچے، بوڑھے اور جوان
شوق سے کھاتے ہیں انسان
کتنا اچھا پھل ہے آم

چٹنی، مربا اور اچار
شربت اس کا ذائقہ دار
کتنا اچھا پھل ہے آم

سندھ کا سندھڑی ہے مشہور
لنگڑا بھی رس سے بھرپور
پھل ہے یہ مقبول عام
کتنا اچھا پھل ہے آم

فہرست پہ جائیے

اللہ کے نام پر کچھ دو

فوزیہ ارم

''اف کیا مصیبت ہے، یہ بس بھی بھر گئی، لگتا ہے آج رات ہی گھر پہنچیں گے ہم۔'' اریشہ نے اکتاہٹ بھرے لہجے میں اپنی سہیلیوں کو مخاطب کیا۔ ارے یہ میرا بیگ کون کھینچ رہا ہے۔ اریشہ نے فوراً پیچھے مڑ کر دیکھا تو ایک بچی ہاتھ پھیلائے کھڑی بولی: ''بی بی جی! اللہ کے نام پر کچھ دو''۔ ''کوئی زبردستی ہے کیا، مانگ بھی ایسے رہی ہو جیسے حکم چلا رہی ہو۔'' اریشہ نے غصے میں کہا۔

''ارے نہیں دینا تو نہ دے، غصہ کیوں کرتی ہے۔ بی بی تو نہیں تو اور سہی یہاں بہت ہیں دینے والے۔'' وہ اریشہ کا جواب سنے بغیر ہی مڑ گئی اور دوسرے لوگوں کی طرف بڑھ گئی۔

''اسے دیکھو تو... واہ بھئی کیا اسٹائل ہے۔'' اریشہ کی دوست نے اس مانگنے والی بچی کو سراہا۔

''دفع کرو ویسے بھی ایک تو بس نہیں مل رہی اور دھوپ بھی آج دل کھول کر ہمارے سروں پر اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ چمک رہی ہے اوپر سے یہ لوگ، ایک کے بعد ایک۔'' اریشہ جھنجھلانے لگی یونیورسٹی آف کراچی میں پوائنٹ کی ہڑتال کی وجہ سے تمام اسٹوڈنٹس شدید گرمی میں ہو نیورسٹی گیٹ کے باہر کھڑے ہو کر اپنی اپنی روٹ کی بسوں کا انتظار کر رہے تھے، حد نگاہ تک اسٹوڈنٹس کا ہجوم تھا اور ایک بس آ کر کھڑی بھی نہیں ہو پاتی کہ فوراً بھر جاتی، اسٹوڈنٹس اندھا دھند بس کی طرف بھاگ کر ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوششیں کرتے جلدی جلدی بسوں میں سوار ہو رہے تھے اور اریشہ اور اس کی سہیلیاں تمیز کے ساتھ چلتی ہوئیں اپنی روٹ کی بسوں تک پہنچتیں وہ بسیں بھر کر آگے کو بڑھ جاتیں اور وہ سب کھڑی ایک دوسرے کا منہ دیکھتی رہ جاتیں۔''

''باجی اللہ کے واسطے ایک روپیہ دے دو۔'' ایک اور بچی ان کے سامنے ہاتھ پھیلائے بڑی آس سے انہیں دیکھنے لگی۔''

''ایک تو تم لوگ بھی بس، ایک بات بتاؤ، کیا تمہارے ابو یا بھائی نہیں ہیں جو تم یوں سب

کے سامنے ہاتھ پھیلا رہی ہو، جو تمہیں اس کام سے منع کرے۔'' اریشہ نے اس بچی کو پیسے دینے کے بجائے سوالات کر ڈالے۔ ''باجی ابھی کام کا ٹائم ہے وقت برباد نہ کرو، پیسے دینے ہوں تو دو ورنہ منع کر دو۔'' بچی نے اریشہ کے سوالات کو نظر انداز کر دیا۔ ''میں تمہیں دس روپے دوں گی مگر تب جب تم میرے ہر سوال کا جواب دو گی، بولو منظور ہے۔'' اریشہ نے اسے لالچ دیا۔

''کیا کر رہی ہو اریشہ بس آجائے گی ہماری جانے دو اسے۔'' اس کی دوست نے اسے منع کیا۔ ''ابھی پندرہ منٹ تک تو کوئی آثار نہیں ہیں اور بالفرض بس آ بھی گئی تو اتنے ہجوم میں ہم لوگ تو بس تک پہنچ بھی نہیں پائیں گے اس لئے مجھے اس بچی سے وہ باتیں پوچھنے دو جو میرے ذہن میں ہمیشہ سے رہی ہیں کہ اتنے چھوٹے بچے بھیک کیوں مانگتے ہیں اور یہ پڑھتے کیوں نہیں ہیں۔''

اریشہ اپنی دوست کو جواب دینے کے بعد اس بچی کی طرف مڑ گئی جو دس روپے کے لالچ میں ابھی تک کھڑی تھی۔ ''ہاں بھئی! اب بتاؤ، میں نے تمہارے والد اور بھائی کے بارے میں پوچھا تھا، کیا کوئی تمہارا اپنا اس دنیا میں نہیں ہے۔'' اریشہ نے دوبارہ سوال کیا۔

''نہ باجی نہ! ایسے نہ بولو، اللہ کے کرم سے میرا باپ، بھائی سب موجود ہیں وہ جو سامنے چارپائی پر بیٹھا آدمی ہے نہ حقہ پی رہا ہے وہ میرا ابا ہے۔'' اس نے یونیورسٹی آف کراچی کے سلور جوبلی گیٹ کے سامنے موجود پہاڑی پر بنی جھونپڑیوں میں سے ایک جھونپڑی کی طرف اشارہ کیا۔

''اور جو اُدھر چھوٹا سا لڑکا کھڑا ہے نہ وہ...... وہی جوان لڑکوں کی ٹولی کے پاس کھڑا بھیک مانگ رہا ہے وہ میرا بھائی ہے۔'' اس نے ایسے بتایا جیسے کوئی فخر کی بات ہو۔

''جب تمہارا ابا ہے بھائی ہے تو تم بھیک کیوں مانگتی ہو، کیا ابا معذور ہے تمہارا۔''

نہ باجی! کیا الٹا سیدھا بولے جا رہی ہو، بالکل ٹھیک ہے میرا ابا اور جب ہم دونوں بہن بھائی اپنے گھر کے آگے کھڑے ہو کر اتنا کما لیتے ہیں کہ آرام سے کھا پی لیں اور کچھ پیسہ بچ بھی جائے تو ابا کو کیا ضرورت ہے ادھر اُدھر دھکے کھانے کی۔ وہ بچی ناراضگی سے بولی۔

''مگر جب تمہارا ابا ٹھیک ہے تو وہ کوئی کام کیوں نہیں کرتا، تم لوگوں کو پڑھاتا کیوں نہیں ہے۔'' اریشہ نے اس کی ناراضگی کی پرواہ کئے بغیر ہی ایک سوال اور کر ڈالا۔ ''جب ہمیں ضرورت نہیں ہے تو ابا کام کیوں کرے، ہمیں اتنا مل جاتا ہے کہ ہم سب کا گزارا ہو جاتا ہے اور پڑھ لکھ کر کیا

کرنا ہے جی ہمیں کون سی نوکری کرنی ہے یہ بات میرا ابا کہتا ہے اور ٹھیک ہی کہتا ہے باجی۔'' اب کے اس نے ایسے بات کی جیسے بہت عقل کی بات بتا رہی ہو۔ اریشہ کو ان کی سوچ پر بڑا افسوس ہوا اس کی سہیلیاں بھی تاسف سے اس بچی کو دیکھنے لگیں۔

''کتنا کما لیتی ہو تم۔'' اریشہ نے پھر پوچھا تو اس مانگنے والی بچی کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔

''تمہیں کیوں بتاؤں؟ اور ویسے بھی تم یہ سمجھ رہی ہو کہ ہمیں بھیک میں ملتا کیا ہے تو باجی یہ تمہاری غلط فہمی ہے، ہم بھی سامنے والا بندہ دیکھ کر دعائیں دیتے ہیں، اماں کہتی ہیں کہ لڑکیوں کو شادی کی دعا دو تو جلدی سے پیسے نکال کر ہاتھ پر رکھ دیتی ہیں۔ اب تو جی مجھے بھی اندازہ ہو گیا ہے کہ کس بندے کو کیا بولوں تو وہ خوش ہو کر زیادہ سے زیادہ پیسے دے گا، اور باجی مجھے اپنی سوچ سے بڑھ کر ہی ملتا ہے۔'' وہ خوش ہو کر بتانے لگی۔

''لیکن یہ کوئی اچھی بات نہیں ہے تم اس طرح لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلاتی ہو، کیا تمہیں یہ سب اچھا لگتا ہے۔'' اریشہ نے اس سے پوچھا۔

''بس باجی بہت ہو گیا پیسہ نہیں دینا تو نہ دو پر دماغ خراب نہ کرو، ہمارا ابا ٹھیک کہتا ہے تم لوگ ہمیں بہکانے کی کوشش کرتے ہو اس طرح کی باتیں کر کے، ابا نے کہا تھا ایسے لوگوں کے پاس کبھی نہ کھڑی ہوا کرو، میں تو چلی۔'' وہ اریشہ کا جواب سنے بغیر آگے کو بڑھ گئی۔

''ارے...... ارے سنو تو اپنے پیسے تو لیتی جاؤ۔'' اریشہ نے اسے پکارا مگر وہ ان سنی کرتی ہوئی دوسری لڑکیوں کے پاس جا کر کھڑی ہو گئی۔

''کیا فائدہ ہوا تمہیں۔'' اریشہ کی دوست نے اس سے پوچھا۔ ''فائدہ کیا ہونا ہے، مجھے تو اب افسوس ہو رہا ہے کہ میں نے اسے روکا کیوں، اس سے بات کیوں کی؟ جس طرح کی اس بچی کی سوچ ہے اس نے میرے اوسان خطاء کر دیئے، کاش میں اس سے کچھ نہ پوچھتی۔'' اریشہ افسردہ ملول نظر آنے لگی۔

''چھوڑو اسے لو ہماری بس بھی آ گئی اور رش بھی کم ہو گیا ہے، جلدی سے بڑھو آگے کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ بھی نکل جائے۔'' اریشہ کی دوست نے آگے بڑھتے ہوئے انہیں بھی پکارا اور اریشہ اپنے ذہن پر ایک بوجھ لے کر آگے کو بڑھ گئی۔

مسکرائیے

☆ ایک دوست دوسرے سے ''دنیا کا سب سے پرانا جانور کون سا ہے؟''

دوسرا دوست: ''زیبرا۔''

پہلا دوست: ''وہ کیسے؟''

دوسرا دوست: ''یار وہ بلیک اینڈ وائٹ جو ہے۔''

☆ ایک بیوقوف ٹیوب لائٹ کے پاس منہ کھولے کھڑا تھا۔ایک صاحب نے پوچھا ''ارے آپ یوں کیوں کھڑے ہیں؟''

بیوقوف: ''ڈاکٹر نے مجھے کہا ہے کہ دو دن آپ کا ڈنر لائٹ ہے۔''

☆ بال کٹواتے ہوئے حجام کے قریب کتے کو دیکھ کر گاہک نے کہا ''تمہارا کتا بڑی توجہ سے تمہیں بال کاٹتا ہوا دیکھ رہا ہے۔معلوم ہوتا ہے اسے بال کاٹنا بڑا پسند ہے۔''

''جناب پسند کی تو خیر کوئی بات نہیں۔'' حجام نے بے نیازی سے کہا۔''بڑا اندیدہ کتا ہے کیونکہ کبھی کبھی کسی گاہک کا کان کٹ کر نیچے گر جاتا ہے اسی چکر میں یہاں کھڑا رہتا ہے۔''

☆ ایک صاحب اپنے بیٹے کو سمجھاتے ہوئے بولے۔''دیکھو بیٹا ہمیں ہمیشہ صاف ستھرا رہنا چاہئے اور صفائی کو پسند کرنا چاہئے۔''

بیٹا: ''ابو! امی کو صفائی بالکل پسند نہیں۔''

ابو: ''وہ کیسے؟''

بیٹا: ''کل میں نے فریج میں رکھا ہوا کسٹرڈ کا پیالہ صاف کر دیا تو امی نے میری پٹائی کر دی۔''

KHAN FRAGRANCE
Best Quality & Best Fragrance
BRINGING TO LIFE THE FRAGRANCE OF THE BRANDS YOU FROM THE PEOPLE WHO KNOW THEM THE BEST.
ETERNAL KING INSPIRED BY DIOR-SAUVAGE
SWEET POTION INSPIRED BY GUCCI-FLORA
BORRAN INSPIRED BY CREED AVENTUS
LOVE BREEZE INSPIRED BY BOMBSHELL
GAZI INSPIRED BY CREED EROLFA
CHARMING ON INSPIRED BY BLEU DE CHANEL
GOLDEN SHOWER INSPIRED BY DIOR-JADORE
CONTACT FOR MORE DETAILS
03332281279

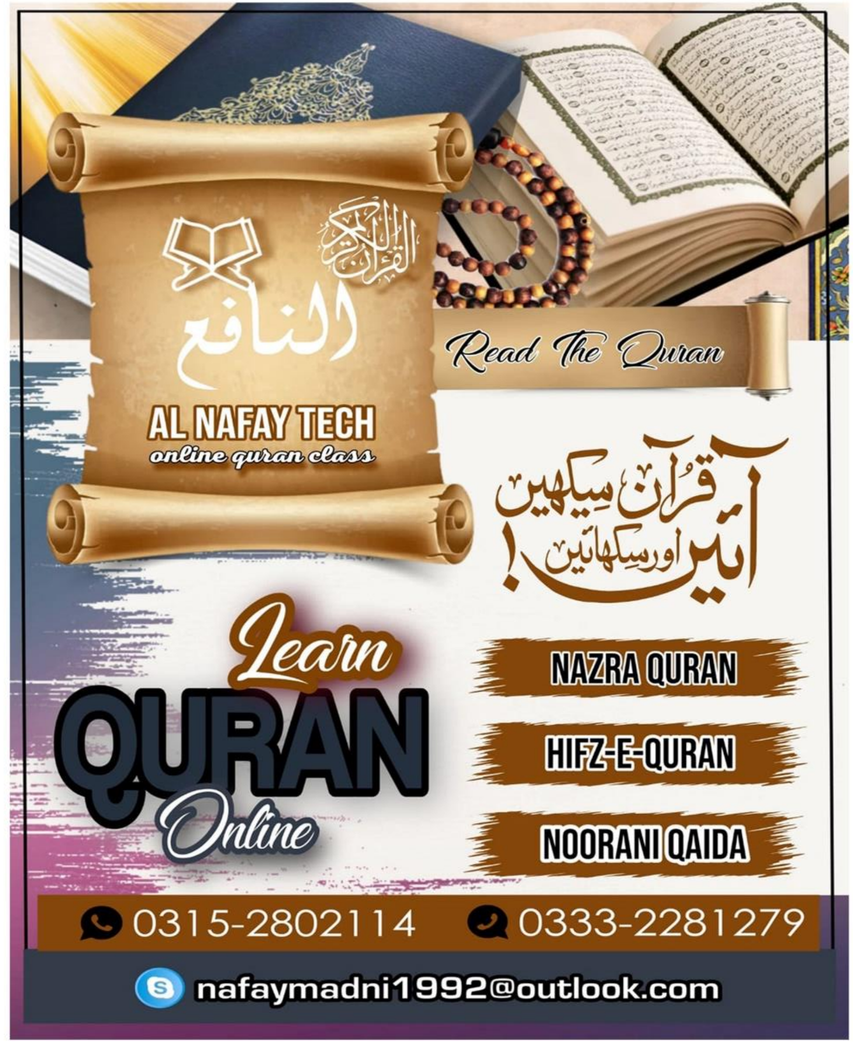

النافع
القرآن الكريم
AL NAFAY TECH
online quran class
Read The Quran
آئیں قرآن سیکھیں اور سکھائیں!
Learn QURAN Online
NAZRA QURAN
HIFZ-E-QURAN
NOORANI QAIDA
0315-2802114
0333-2281279
nafaymadni1992@outlook.com

PEAURIFY FLARE®

Peaurify

SKIN CARE PRODUCTS

Phone: +92 333 1934645 | +92 348 5037052

Email: peaurifyflare@gmail.com

Website: www.peaurifyflare.com

Follow Us: Facebook/Insta/Youtube: peaurifyflare

MOON STORE 4 ALL
آبِ زم زم
عام طور پر آپ نے دیکھا ہوگا کہ بہت سے لوگ روحانی علاج کے لیے پانی پر دم کر کے پیتے ہیں
جس سے پانی میں برکت وشفا پیدا ہوجاتی ہے۔ ایک پانی ایسا ہے جس میں دم کی ضرورت نہیں
بلکہ اس میں ازل سے شفا موجود ہے۔ یہ آبِ زم زم ہے۔
HOME DELIVERY
صرف
250ml 700/-
خوبصورت پیکنگ کے ساتھ
VISION رؤية
آبِ زم زم
المكه العربية السعودية
KINGDOM OF SAUDI ARABIA
250ml
CONTACT NO
0333-1934645
0335-8129274
0333-2281279
@moonstore4all

ایکسپورٹ کوالٹی کی کھجور
Ajwa 1900/-
Sukri 1900/-
Kalmi 1700/-
Suqaye 2000/-
Mabroom 2300/-
رابطہ: مولانا فرحان احمد صدیقی
0334-3827624
0333-2281279 | 0335-8129274 | 0333-1934645